(ماہنامۂ اُردو)

ریویو آف ریلیجنز
(قادیان)

Digitized by Khilafat Library

(یعنی)

دُنیا کے مذاہب پر نظر

مرتبہ

علی محمد اجمیری

بابت ماہ ذوالحجہ ۱۳۵۸ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۴۰ء

جلد ۳۹ عدد ۲

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اُردو) سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سنہ ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیش نظر جاری فرمایا تھا۔ Digitized by Khilafat Library

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت و تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے، تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائیگا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرونِ ہند تین روپے، اور بیرونِ ہند ساڑھے تین روپے ہے۔ طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے، ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ واری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اُردو ماہنامہ ہے، بوجہ علمی مجلّہ ہونے کے اسکے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں، اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے، اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے۔ نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے:۔

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	پانچ روپے	تیرہ روپے	چوبیس روپے	پینتالیس روپے
نصف صفحہ	تین روپے	آٹھ روپے	چودہ روپے	پچیس روپے
ربع صفحہ	دو روپے	پانچ روپے	نو روپے	پندرہ روپے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز (اُردو)

Digitized by Khilafat Library

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہلِ مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۳۹ | ۲۲ ذوالحجہ ۱۳۵۸ھ مطابق یکم فروری ۱۹۴۰ء | نمبر ۲

فہرست مضامین

		مرتّب
اداریہ	صـ۲	
ہندوؤں کا مقدس اوتار	صـ۶	جناب نواب اکبر یار جنگ بہادر سابق ہوم سیکرٹری سرکار نظام حیدرآباد دکن
حضرت امیر المؤمنین کا منظوم کلام اور تصوف	صـ۲۵	ابنِ عمر و عبد الرّب صدیقی۔
سری گورو تیغ بہادر صاحب کا قتل	صـ۴۶	جناب گیانی واحد حسین صاحب مبلّغ۔

Digitized by Khilafat Library

اداریہ:۔

ہمارا جلسہ سالانہ اِس مرتبہ ۲۶ر دسمبر سے ۲۹ر دسمبر تک نہایت کامیابی سے ہؤا، چونکہ جلسہ میں جماعت احمدیہ کے قیام کی گولڈن جوبلی اور حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خلافت کی سلور جوبلی کی تقریب منانے کا پروگرام بھی شامل تھا، اس لئے اس سال کے جلسہ کی خاص اہمیت کے پیش نظر اس میں شمولیت کے لئے بڑی کثرت سے دور دراز سے لوگ آئے۔ احمدی احباب کے علاوہ غیر از جماعت مسلم و غیر مسلم اصحاب بھی غیر معمولی تعداد میں آئے، اندازہ ہے، کہ کُل پینتیس ہزار کے لگ بھگ مہمان بیرونجات سے شریک جلسہ ہوئے۔ بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے، کہ اتنا بڑا عظیم الشان اسلامی اجتماع اور کہیں نہیں ہوتا، اور اگر یہ دیکھا جائے، کہ اس جلسہ میں شامل ہونے والوں کے قیام وطعام کا انتظام صدر انجمن احمدیّہ کرتی ہے، تو اس اعتبار سے یہ کہنا بالکل صحیح ہے، کہ اس کی نظیر دنیا بھر کے کسی اجتماع میں نہیں مل سکتی۔ یورپ اور امریکہ کے ترقی یافتہ ممالک میں بعض بڑے بڑے اجتماع ہوتے ہیں، اور ان میں بلا شُبہ کثیر تعداد میں لوگ آتے ہیں، مگر ان کے قیام وطعام کا انتظام نہیں ہوتا، ہندوستان میں انڈین نیشنل کانگریس کے سالانہ اجلاس میں سب سے زیادہ لوگ جمع ہوتے ہیں، لیکن اس میں شامل ہونے والوں کی تعداد بھی یہی چالیس پینتالیس ہزار کے قریب ہوتی ہے، کانگریس کے اجلاس عموماً بڑے بڑے شہروں میں ہوتے ہیں، اور ان میں شامل ہونے والوں کا بہت بڑا حصّہ مقامی لوگوں کا ہوتا ہے، مگر ہمارا جلسہ ایک معمولی قصبہ میں ہوتا ہے، اور اس میں پینتیس ہزار آدمی صرف باہر سے شامل ہونے والے ہیں۔ کانگریس کے جو اجلاس چھوٹے قصبات یا دیہات میں ہوئے ہیں، یقیناً ان میں اس سے زیادہ لوگ شامل نہیں ہوئے، پس ہمارا جلسہ مہمانوں کی تعداد کے اعتبار سے کانگریس کے سالانہ اجلاسوں کا مقابلہ کرتا ہے، مگر قیام وطعام کے انتظام کے لحاظ سے ہمارا جلسہ دُنیا بھر کے اجتماعوں میں نرالا اور بے نظیر ہے۔

اس جلسہ کی بنیاد سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۱ء میں رکھی تھی۔ پہلے جلسہ میں صرف ۷۵ آدمی شریک ہوئے۔ یہ ابتداء تھی، آہستہ آہستہ خدا تعالیٰ نے اسے ترقی دی، اور ہر سال زائرین کی تعداد گذشتہ سال سے بڑھتی گئی، اور اب تو یہ سالانہ اضافہ سینکڑوں سے گذر کر ہزاروں تک پہونچ گیا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی خبر دی تھی، یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ وَیَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ یعنی لوگ دور دراز راستوں سے تیرے پاس آئینگے، اس خبر کی سچائی دن بدن روشن سے روشن تر ہوتی جاتی ہے، اور بالخصوص جلسہ سالانہ کے ایام میں اسکی صداقت سورج کیطرح چمکنے لگتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے حسب معمول اس سال ایک عام اصلاحی تقریر فرمائی، جو جماعتی امور پر سالانہ تبصرہ کے علاوہ وعظ و نصیحت کا رنگ بھی رکھتی تھی، اور ایک خالص علمی تقریر مسئلہ خلافت پر ارشاد فرمائی۔ اوّل الذکر تقریر میں حضور نے فرمایا، کہ ہماری جماعت نے جتنی توجہ اصلاح عقائد کی طرف کی ہے، اتنی اصلاح اعمال کی طرف نہیں کی۔ اور گو جماعت احمدیہ موجودہ حالت میں بھی خدا کے فضل سے عملی میدان میں دوسرے لوگوں سے بالا ہے، مگر ہمیں اس سے بھی بلند مقام حاصل کرنا چاہیئے۔ اسکے بعد آپنے نہایت مؤثر پیرایہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع پڑھکر سنایا۔ جس میں آنحضور علیہ السلام نے مسلمانوں کو یہ نصیحت کی ہے، کہ وہ ایک دوسرے کے مال اور جان اور آبرو کی اسی طرح عزت کریں، جسطرح وہ مکہ اور حج کے مہینہ اور حج کے دن کی عزت کرتے ہیں۔ یعنی جس طرح کسی کیلئے یہ جائز نہیں ہے، کہ وہ مکہ معظمہ پر حملہ کرے یا ذوالحجہ کی بے حرمتی کرے، یا حج کے دن کی تنقیص کرے، اسی طرح کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں ہے، کہ کسی کے مال اور جان اور عزت پر حملہ کرے۔

یہ حدیث نہایت دلکش اور دلنشین طریق پر تمام حاضرین کو سنانیکے بعد آپنے ہدایت فرمائی، کہ جیسا کہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ، ہر شخص جو یہاں موجود ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث دوسروں تک پہنچائے۔ اور ان سے کہے، کہ وہ اسے آگے بیان کریں، حتیٰ کہ اسکی اشاعت عام ہو جائے اور ہر شخص کے دل میں یہ بات گڑ جائے، کہ کسی کی جان، مال اور عزت پر

حملہ کرنا ایسا ہی ناجائز ہے، جیسا کہ مکہ معظمہ پر حملہ کرنا یا ذوالحجہ کی بے حرمتی کرنا یا یوم الحج کی بےعزتی کرنا۔ آخر میں آپ نے فرمایا، کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آخری پیغام جو آپ نے اپنی امت کو دیا، چھپوا کر سب میں تقسیم کرادونگا تا یہ سب کو اچھی طرح یاد ہوجائے، چنانچہ حضور نے اگلے روز حسب ذیل مضمون چھپوا کر تقسیم کرایا:۔

برادرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں، جبکہ آپکی وفات قریب آگئی، بطور وصیت سب مسلمانوں کو جمع کرکے فرمایا:۔ إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ (اور ابی بکرۃؓ کی حدیث میں ہے۔ وَأَعْرَاضَكُمْ) حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا۔ اس شہر میں اس مہینہ میں اس دن کو اللہ تعالیٰ نے جو حفاظت بخشی ہے (یہ ایام حج کی بات ہے) وہی تمہاری جانوں اور تمہارے مالوں (اور ابی بکرۃؓ کی روایت کے مطابق اور تمہاری عزتوں) کو خدا تعالیٰ نے حفاظت بخشی ہے۔ یعنی جس طرح مکہ میں حج کے مہینہ اور حج کے وقت کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح پُر امن بنایا ہے، اسی طرح مومن کی جان اور مال اور عزت کی سب کو حفاظت کرنی چاہئے۔ جو اپنے بھائی کی جان، مال اور عزت کو نقصان پہنچاتا ہے، گویا وہ ایسا ہی ہے، جیسے حج کے ایام اور مقامات کی بے حرمتی کرنیوالا۔ اسکے بعد آپ نے دو دفعہ فرمایا کہ جو یہ حدیث سنے آگے دوسروں تک پہنچادے۔ مَیں اس حکم کے ماتحت یہ حدیث آپ تک پہنچاتا ہوں۔ آپکو چاہیئے کہ اس حکم کے ماتحت آپ آگے دوسرے بھائیوں تک مناسب موقع پر یہ حدیث پہنچادیں، اور انہیں سمجھادیں کہ ہر شخص جو یہ حدیث سُنے اسے حکم ہے، کہ وہ آگے دوسرے مسلمان بھائی تک اسکو پہنچاتا چلا جائے۔ وَالسَّلَامُ۔ خاکسار مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی۔ ۱۶/ ذوالقعدہ ۱۳۵۸ھ

Digitized by Khilafat Library

اس تقریر میں حضور نے سلسلہ کے اخبارات ورسائل پر سالانہ تبصرہ کرتے ہوئے رسالہ ریویو آف ریلیجنز۔ اردو کے متعلق حسب ذیل الفاظ ارشاد فرمائے:۔

"رسالہ ریویو آف ریلیجنز۔ اردو نے بہت ترقی کی ہے، اور اسمیں کچھ شک نہیں، کہ جب سے یہ رسالہ مولوی علی محمد صاحب کے ہاتھ میں آیا ہے، اس میں بہت قابلِ قدر تبدیلی پیدا ہوگئی ہے۔ یہ رسالہ جماعت کی توجہ کے قابل ہے۔ میر محمد اسحٰق صاحب اسکی توسیع اشاعت کیلئے تحریک کرتے رہتے ہیں، اور ابھی چند دن ہوئے، انہوں نے اخبار الفضل میں شائع کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس خواہش کو پورا کرنے میں کہ رسالہ ریویو کے دس ہزار خریدار ہوں نو ہزار ایک سو کی کمی ہے۔ دوستوں کو اس رسالہ کیطرف خاص توجہ کرنی چاہیئے۔

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ازراہِ ذرہ نوازی رسالہ کی ترقی پر اظہارِ خوشنودی کے جو الفاظ فرمائے ہیں، ان پر ادارۂ ریویو جتنا فخر کرے کم ہے، اور ہم حضور کی اس کریمانہ حوصلہ افزائی کے شکرگذار ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس رسالہ کی بیش از بیش خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رسالہ کو بہتر بنانے کیلئے ہم نے تمام ذرائع، جو ہمارے امکان میں تھے، استعمال کئے ہیں، اور الحمد للہ اسکا احساس سب بزرگوں اور احباب کو ہے۔ گذشتہ پرچہ میں ہم نے جماعت کو مخاطب کر کے لکھا تھا کہ رسالہ کے کارکنوں پر جو فرض عائد ہوتا ہے اُسے انہوں نے مقدور بھر ادا کرنیکی کوشش کی ہے، اب قوم کا یہ فرض ہے کہ وہ بھی اپنا فرض ادا کریں، اور رسالہ کی مالی حالت سنوارنیکی طرف توجہ کریں جلسہ سالانہ پر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جو کچھ فرمایا، اسکا مفاد بھی یہی ہے ہمیں امید ہے، کہ احبابِ جماعت اپنی ذمہ داری کا احساس کرکے اس رسالہ کی امداد و اعانت کیطرف متوجہ ہونگے۔ اسوقت رسالہ کو اسکی موجودہ حالت سے بھی زیادہ مفید اور اعلیٰ بنانے کیلئے ہمارے مدنظر کئی تجاویز ہیں جن پر حسب موقعہ عمل ہوتا رہیگا فی الحال ایک فوری تجویز، جس پر انشاء اللہ عنقریب عمل شروع ہو جائیگا، یہ ہے، کہ ہمارا ارادہ اس سال چند انعامی مضامین شائع کرنیکا ہے، اس سے ایک تو احمدی نوجوانوں میں علمی مضامین لکھنے کا شوق پیدا ہوگا، دوم غیر از جماعت اصحاب میں رسالہ سے دلچسپی بڑھیگی، اور سوم یہ کہ رسالہ کا علمی معیار بلند تر ہو جائیگا۔

Digitized by Khilafat Library

مطلوبہ مضامین کی فہرست ملک کے اخبارات و رسائل میں مشتہر کر دیجائیگی، مضامین آمدہ میں سے جن اصحاب کے مضمون منصفوں کے فیصلہ کے رُو سے غالب رہینگے، ان کو ایک مقررہ رقم بطور انعام دیجائیگی، مضامین بعض اسلامی ہونگے اور بعض دیگر مذاہب کے متعلق۔ اور اس علمی مقابلہ میں بلالحاظ مذہب و ملّت سب لوگوں کو حصّہ لینے کی دعوتِ عام دیجائیگی، باقی تفصیلات انشاء اللہ سکیم کو مکمل کرکے اگلے پرچہ میں درج کی جائینگی۔

احباب کو یہ یاد رکھنا چاہیئے، کہ ہم کسی تجویز کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتے، جب تک وہ ہمارے ساتھ تعاون نہ کریں۔ پس اگر وہ چاہتے ہیں، کہ ان کا یہ قومی رسالہ ترقی کرے، تو ان کو اس کی توسیع اشاعت اور امداد و اعانت سے دریغ نہ کرنا چاہیئے۔

Digitized by Khilafat Library

ہندوؤں کا مقدّس اوتار

یعنی

سری کرشن رودّر گوپال

(از جناب نواب اکبر یار جنگ بہادر سابق ہوم سیکرٹری سرکار نظام حیدر آباد دکن)

[یہ فاضلانہ مضمون جو علمی نکات اور قیمتی معلومات سے لبریز ہے جناب نواب صاحب نے ہماری درخواست پر ہمارے رسالہ کے پیشوایانِ مذاہب نمبر کے لئے تحریر فرمایا تھا، مگر تاخیر سے ملنے کی وجہ سے اس نمبر میں شائع نہ ہو سکا۔ لہذا اب اسے درج کیا جاتا ہے۔ ہم محترم نواب صاحب کے شکر گزار ہیں، کہ باوجود اپنی انتہائی مصروفیت کے آپ نے ہماری درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا، اور یہ نہایت اعلیٰ علمی مقالہ رقم فرمایا۔ نواب صاحب موصوف اس قومی رسالہ کے خاص معاونین میں سے ہیں، اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔ (ادارہ)]

یہ صحیح ہے، کہ میتھالوجی (Mythology) سے کسی مذہب کی صحیح تاریخ مرتب کرنے کے لئے کوئی قابلِ اعتبار مواد مہیّا نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس سے صرف اعلیٰ معیار کے مذہبی افسانوں کے لئے پلاٹ حاصل کیا جاتا ہے۔ لیکن مہابھارت و شریمت بھگوت گیتا جیسی کتابوں نے ایک تاریخی اعتبار ضرور حاصل کر لیا ہے۔ مہابھارت اگر قوم میں جنگی اسپرٹ پیدا کرنے کا کام انجام دے سکتی ہے، تو بھگوت گیتا دھیان و گیان کی روح پیدا کرنے کا کام بطریقِ احسن انجام دے سکتی ہے۔ اس کتاب کی بدولت ہم ایک ایسی شخصیت کو اپنے سامنے دیکھتے ہیں، جس کی عظمت و فوقیّت نہ صرف اپنے زمانہ میں بلکہ ہندوؤں کے

نزدیک سارے زمانوں میں تسلیم کی گئی ہے، اور تسلیم کی جانی چاہیئے اور وُہ اب بھی اس پُرعظمت ہستی کے اس مقولہ کی بنیاد پر کہ:۔

چو بنیادِ دیں سُست گردد بسے نمائیم خود را بشکلِ کسے

سابقہ روحانی عظمت کو واپس آتے ہُوئے دیکھنا چاہتے ہیں، ٹھیک اسی طرح اور اُسی ذوق وشوق کے ساتھ جیسا کہ عیسائی اور مسلمان مسیح کی آمدِ ثانی اور مہدی معہود کے صدیوں سے منتظر ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

مسلمان اپنے سوا شاید دوسروں کے شوق واشتیاق وانتظار سے قطعاً بے خبر ہیں۔ اور سر اقبال مرحوم نے تو اپنے مصلح موعود کے انتظار کے لئے بھی مسلمانوں کو یہ طعنہ دیا ہے، کہ اُن میں مہدی اور مسیح موعود کی آمد کا انتظار مجوسیت کے اثر ونفوذ کا نتیجہ ہے۔ اس لئے عام طور پر دوسرے مسلمانوں کے فرقوں سے یہ توقع بے کار ہے، کہ وہ غیر اقوام کے مصلح موعود کو کوئی حیثیت دینگے، یا اس کی جانب کوئی توجہ دینگے۔ یہ خدمت بھی، جس طرح کہ اور اندرونی اصلاح وتجدید کا کام جماعت احمدیہ کے سپرد ہوا ہے، صرف اسی جماعت کے حصتہ میں آئی ہے۔ غالباً اواخر ۱۹۰۴ء تک عام طور پر مسلمان اور خصوصاً ظاہر پرست مسلمان سری کرشن جی کی حیثیت سے بے خبر اور بے پرواہ سے تھے، جبکہ نومبر ۱۹۰۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے سری کرشن جی کے متعلق سیالکوٹ کے لیکچر میں یہ ظاہر فرمایا کہ:۔

"راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے، درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا، جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی، اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا، جس پر خدا کی طرف سے رُوح القدس اُترتا تھا، وہ خدا کی طرف سے فتحمند اور با اقبال تھا، جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے صاف کیا، وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا جس کی تعلیم کو پیچھے سے

بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا، وہ خدا کی محبت سے پُر تھا، اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا۔ خدا کا وعدہ تھا، کہ آخری زمانہ میں اس کا بروز یعنے اوتار پیدا کرے، سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہؤا۔ مجھے منجملہ الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہؤا تھا کہ ہے کرشن رودّر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے" [1] (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۲۳)

اس لیکچر کے بعد جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دیگر دعاوی اور کارِ تجدید و اصلاح کی مخالفت مسلمانوں کی طرف سے کی گئی، اسی طرح اس لیکچر کے بعد بھی مخالفت کا گرد وغبار از سرِ نو بلند ہؤا لیکن وہ زیادہ تر مقامی اور محدود حیثیت رکھتا تھا کچھ شُبہ نہیں، کہ فرقہ صوفیاء میں کرشن جی کی نسبت ایک خاص ادب و احترام ملحوظ رکھا گیا تھا، لیکن عوام اور ظاہر پرست علماء صوفیاء کے خیالات سے علیحدہ اور بے تعلق رہے، آخر میں بعض نئے تعلیم یافتہ مسلمان بھی جن کو مذہب سے کچھ تعلق تھا سری کرشن جی کے فلسفہ کی عظمت سے متاثر ہوئے ہیں۔ میں اس وقت جس عجلت سے یہ مضمون مرتب کر رہا ہوں، اس لحاظ سے یہ ناممکن ہے، کہ میں ان دونوں طبقات کے پورے احساسات وخیالات کی تفصیل کتابوں کے حوالوں سے کر سکوں، لیکن جو مواد میں اس وقت مہیا کر سکا ہوں، اس کے لحاظ سے چند حوالوں کا دیا جانا کافی ہوگا۔

میں سمجھتا ہوں، کہ سب حوالوں سے پہلے تیمّناً و تبرّکاً مجھے ایک نہایت ہی معقول و برگزیدہ ہستی کے کلام کا حوالہ دینا ضروری ہے، جو نہ صرف عام طور پر مسلمانوں کے بلکہ خاص طور پر صوفیاء کرام کے تمام خانوادوں اور جملہ سلاسل طریقت کے مسلّمہ ہادی و پیشوا ہیں، یعنی جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کے کلام معرفت نظام کا حوالہ سب سے پہلے ضروری ہے۔

---

[1] تذکرہ صفحہ ۳۶۳ و ۳۹۴ و ۴۶۴ و ۴۸۳ و ۵۶۰۔

Digitized by Khilafat Library
اِس حوالہ کے لئے مَیں اپنے ایک شیعہ دوست کا ممنون ہوں، جنہوں نے اپنے کتب خانہ سے تلاش کرکے یہ حوالہ مرحمت فرمایا ہے، یہ ایک قدیم قلمی کتاب ہے، جو چند رسائل کا مجموعہ کشکول کی حیثیت میں ہے۔ اس میں علاوہ چند رسائل صرف و نحو و شرح مائۃ عامل کے مثنوی مولانا روم و دیگر عربی و فارسی نظموں کا انتخاب ہے۔ اس کشکول میں ایک منظوم حصہ مناقب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے نام سے بھی شریک ہے۔ اس منظوم مناقب کے سلسلہ میں مرتّب کتاب نے ایک مقام پر "نقل من منقولات حضرت مولا علی علیہ السلام" کا عنوان دیکر گیارہ اشعار کی ایک نظم نقل کی ہے۔ یہ نقل ایسے زشت خط میں ہے، کہ اس کا پڑھنا اور صحیح نقل کرنا دشوار ہے، اور اس میں جن معلومہ اقوامِ عالم اور ان کے انبیاء و ہادیوں کے ناموں کا ذکر ہے، اُن کا سمجھ لینا بھی آسان نہیں۔ لیکن یہ بات قابلِ اطمینان ہے، کہ جس شعر کا میں حوالہ دیتا ہوں، اس میں حضرت کشن کا نام ہندوستان کے تعلق سے صاف پڑھا جاتا ہے۔ کُل نظم کا مفہوم یہ ہے، کہ جب اور جہاں جہاں ہادیانِ مذاہب مختلف ناموں کے ساتھ آئے، وہ سب میرے نام ہیں، چنانچہ خاتمہ کا شعر یہ ہے:۔

بوالحسن میخواندانم بوالعشر از مادرم ۔۔۔ پس منم این نام من اینست گفتم مرترا

اور کرشن جی کے متعلق یہ بیت وضاحت کرتی ہے:۔

"ہندیانم کشن خوانند گرجیا نم اتقیا ۔۔۔ در فرنگم شبطیا وُ درختا با بولیا"

پس اس مقدس کلام سے مَیں اپنے مضمون کا افتتاح کرتا ہوں، جو صوفیاء اور علماء دونوں کے لئے قابلِ غور و فکر ہے۔ یہ گویا پہلی صدی ہجری کا حوالہ ہے۔

اس کے بعد چھٹی صدی ہجری کے اوائل کا بھی ایک حوالہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے، جو دیلمی کی مشہور کتاب "فردوس الاخبار" میں درج ہے۔ دیلمی محدّث بھی ہے، اور مورّخ بھی۔ اس کی وفات چھٹی صدی ہجری کے اوائل میں یعنی ۵۰۷ھ ہجری میں ہوئی۔ اس نے اپنی کتاب مذکور میں اور غالباً تاریخ ہمدان میں بھی ایک حدیث کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے، کہ کان

Digitized by Khilafat Library

فِی الْھِنْدِ نَبِیًّا اَسْوَدُ اللَّوْنِ اِسْمُہٗ کَاھِنًا۔ بلا شبہ اس فقرے کو محدثین کے معیار پر حدیث کہنا دشوار ہے۔ لیکن اس سے اتنا تو ظاہر ہوتا ہے، کہ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں یہ خبر کچھ شہرت رکھتی تھی، کہ ہندوستان میں بھی ایک نبی ہوا ہے، جس کا نام کاہنا[1] ہے۔ اور اس مضمون کے لئے چھٹی صدی ہجری کے مسلمانوں کے اس خیال و روایت کا حوالہ ہی کافی ہے۔

اس کے بعد بارہویں صدی کے ایک بزرگ کے ملفوظات کا حوالہ پیش کرتا ہوں۔ حضرت مرزا مظہر جانجانان شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حالات مرتبہ حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مطبع احمدی سنہ ۱۲۶۹ھ کے صفحہ ۲۶ پر ایک شخص کا خواب اور حضرت مرزا مظہر جانجاناں کا جواب اس طرح درج ہے:۔

"روزے شخصے درحضور ایشاں گفت در خوابے دیدہ ام کہ صحرائے است پُر از آتش و کشن درون آتش است و رامچندر در کنارہ آں آتش۔ شخصے در تعبیر آں خواب گفت کہ کشن و رامچندر از کبرائے کفار اند در آتش دوزخ معذب اند۔ فقیر گفتم ایں خواب را تعبیرے دیگر است بر شخصے معین از گذشتگاں بے آنکہ کفر او از شرع ثابت شود حکم بکفر جائز نیست از احوال ایں ہر دو کتاب و سنت ساکت است وبمقتضائے آیت شریفہ وَاِنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ ظاہر است کہ دریں جماعت نیز بشیرے و نذیرے گذشتہ باشد۔ دریں صورت محتمل است کہ اینہا ولی یا نبی باشند۔ رامچندر کہ در ابتدائے خلقت جن پیدا شد در آنوقت عمرہا دراز و قوتہا بسیار بود اہل زمانہ را بہ نسبت سلوکی تربیت میکرد و کشن آخریں بزرگانِ اینہا

[1] کنھیا (کرشن کنھیا)

Digitized by Khilafat Library

است و در آں وقت نسبت بہ سابق عمرہا کوتاہ و قوتہا ضعیف گردید پس اہلِ زمانہ خود را بہ نسبت جذبی ہدایت میکرد۔ کثرت غناد سماع کہ از وے منقول است دلیل است بر ذوق و شوق نسبت جذبہ۔ پس حرارتہائے نسبت عشق و محبت بصورت صحرائے آتش نمودار شد۔ کشن کہ مستغرق کیفیتہائے محبت بود درون آتش ظاہر گردیدہ و رامچندر کہ راہ سلوک داشت در کنارۂ آں پدید ارشد واللہ اعلم۔"

اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۹ کے مکتوبات چہاردہم "دربیان آئین کفار ہند" کے عنوان میں بصفحہ ۱۲۰ یہ عبارت درج ہے:۔

"باید دانست کہ بحکم آیت کریمہ وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ...... و آیات دیگر در ممالک ہندوستان نیز بعثت انبیاء و رسل علیہم السلام واقع شدہ است و احوال آنہا در کتب اینہا مضبوط است و از آثار آنہا ظاہر میگردد کہ مرتبہ کمال و تکمیل داشتہ اند و رحمت عامہ رعایت مصالح عباد را دریں مملکت وسیع نیز فرونگذاشتہ۔"

اس کتاب کے مرتّب حضرت غلام علی شاہ صاحب نے صفحہ ۲۶ پر ابو صالح خان سے ایک روایت نقل کی ہے، کہ وہ متھرا گئے ہوئے تھے، ان کو سات روپیوں کی ضرورت پیش آئی، ایک رات جبکہ وہ تہجد ادا کر رہے تھے، ایک شخص کرشن جی کی شکل میں، جس طرح کہ ہندو کرشن جی کے متعلق بیان کرتے ہیں، ظاہر ہؤا، اور بعد سلام کے اس نے سات روپے پیش کئے، مَیں نے کہا کہ ٹھہرو ذرا مَیں نماز ادا کر لوں، ادائے نماز کے بعد مَیں نے پوچھا، کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا، کہ کرشن، اور یہ سات روپے تمہاری ضیافت کے ہیں، کہ تم میرے مقام پر آئے۔ مَیں نے کہا، کہ مَیں محمدی ہوں، اور محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پیغمبر ہماری تمام حاجتیں پوری کرنے کے لئے کافی ہیں، مَیں غیروں

کا ہدیہ قبول نہیں کر سکتا، وہ شخص رویا، اور کہا کہ:-

"ما وصف نبی آخر زماں و اخلاص اتباع او صلی اللہ علیہ وسلم شنیدہ بودیم زیادہ از آں مشاہدہ کردیم"

Digitized by Khilafat Library

تیرھویں صدی کے صوفیاء میں سے مولانا غوث علی شاہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات موسومہ "تذکرہ غوثیہ" سے حضرت موصوف کے ایک خواب کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ خواب کتاب مذکور کے صفحہ ۴۸ پر ہے۔ کتاب ۱۹۱۱ء میں مطبع مجتبائی دہلی میں طبع ہوئی ہے۔ حضرت موصوف نے اپنا خواب بیان کرنے سے پہلے صفحہ ۴۷ پر اس واقعہ کو بیان کرنا شروع کیا ہے، جس کے بعد یہ خواب نظر آیا، اور وہ واقعہ یہ ہے، کہ ایک ہندو پنڈت کی تعلیم کی بنیاد پر آپ نے برہم گائتری کا پاٹ کیا۔ پاٹ کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:-

"جس روز ہم پاٹ کر چکے، تو آخر شب میں یہ خواب دیکھا، کہ عین دریائے گنگ میں ایک طرف خاتم رسل جناب سرورِ کائنات خلاصۂ موجودات فخرِ خاندانِ آدم رحمتِ عالم باعثِ ایجاد ارض وسما سپہدار لشکر انبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام تشریف لائے، اور ایک مجلس آراستہ و پیراستہ ہوئی۔ دوسری طرف مہاراج سری کرشن جی مع اپنے رفیقوں کے رونق افروز ہوئے، اور ایک سبھا جم گئی۔ کرشن جی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کہ آپ ان کو سمجھائیے، یہ کیا کرتے ہیں۔ حضرت نے کہا، کہ مہاراج تم ہی سمجھاؤ۔ پھر مہاراج نے مجھ کو بلایا، اور کہا کہ سنو برخوردار! تمہارے ہاں کیا کچھ نہیں، جو دوسری طرف ڈھونڈھتے ہو، کیا تم نے دُوئی سمجھی ہے، یہاں اور وہاں سب ایک بات ہے۔"

یہ خیالات طبقۂ صوفیاء کے ہیں، جو حضرت کرشن جی مہاراج کی نسبت رکھتے ہیں علماء میں سے مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے بھی اپنی کتاب "دھرم پرچار" و "مباحثہ شاہجہانپور" میں

کرشن جی کو نبی مانا ہے۔ Digitized by Khilafat Library

ان حوالجات سے ظاہر ہوتا ہے کہ صدرِ اوّل سے لیکر اس وقت تک اکثر صوفیاء اور بعض علماء نے حضرت کرشن جی کے متعلق اپنے خیالات احترام کا صاف اظہار فرمایا ہے۔

موجودہ زمانہ کے صوفیاء میں سے خواجہ حسن نظامی نے "کرشن بیتی" کے نام سے ایک پوری کتاب ہی لکھ ڈالی ہے، جو ۱۹۱۷ء میں ہلالی پریس دہلی سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر وہ نہایت پریم و محبت سے کرشن جی مہاراج کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:۔

"سلام تجھ پر اے غریب گوالن کی گود ڈھنڈھی کرنے والے۔ سلام تجھ پر اے گمناموں کے نام کو چار چاند لگانے والے۔ اے وہ جو ایک مفلس دودھ والی کی آغوش میں امیروں کی پھولوں کی سیج سے زیادہ آرام میں پاؤں پھیلائے سوتا ہے، تجھ پر ہزاروں سلام۔"

اسی کتاب کے صفحہ ۳۹ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہندوستان میں جس قدر اوتار اور راہنما گزرے ہیں، ان سب میں سری کرشن باعتبار صفات گوناگوں ممتاز تھے۔"

مَیں اپنے معلومات کی حد تک نئے تعلیم یافتہ حضرات میں سے مولوی محمد اجمل خانصاحب ایم۔ اے کا نام سب سے پہلے لینا چاہتا ہوں، جنہوں نے اپنی کتاب "نغمۂ خداوندی" میں تحریر فرمایا ہے، کہ:۔

"مسلمانوں کا طرزِ عمل اور خصوصیت سے بعض صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کا مسلک ظاہر اور واضح ہے، کہ وہ سری کرشن جی کو ایک بزرگ اور مصلح مانتے تھے۔ حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی قدس سرّہٗ نے اپنے ملفوظات میں نہایت احترام سے سری کرشن جی کی بزرگی اور عظمت کا تذکرہ فرمایا ہے، اسی طرح حضرت مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اکثر فرمایا ہے، کہ سری کرشن جی

کے جو حالات ہیں، ان کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے، کہ ممکن ہے، کہ وہ ہندوستان کے نبی ہوں، اس لئے کہ نصِ صریح لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ آیت قرآن کریم کا نظریہ بتاتا ہے، کہ ہر ملک و قوم میں ایک نبی ضرور بھیجا گیا ہے، اور ہندوستان کا اس نظریہ سے مستثنیٰ ہونا بعید از قیاس ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے، کہ اکثر بزرگان دین نے ایسے مقامات پر خصوصیت سے عبادت اور چلہ کشی کی ہے، جہاں ہندوؤں کے مقدس مقامات ہیں۔" (نغمۂ خداوندی صفحہ ۲۰)

مولانا حسرت موہانی، مولانا ظفر علی خانصاحب اور مرتضیٰ احمد خان صاحب ایڈیٹر جریدہ "افغانستان" کی نظمیں بھی بعض اخبارات میں کرشن جی کی تعریف میں شائع ہوئی ہیں۔ مولانا سید افقر موہانی ایڈیٹر "جام جہاں نما" لکھنؤ کا ایک نوٹ "کرشن اور اسلام" کے عنوان سے اخبار تیج کرشن نمبر مورخہ ۱۰ر اگست ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا ہے، وہ اپنے اس مختصر نوٹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

Digitized by Khilafat Library

"میرے خیال میں وہ (کرشن جی) برگزیدہ اوتار تھے اور دنیا کی ہدایت کے لئے مامور من اللہ ہو کر ظاہر ہوئے تھے۔ ان کا تقدس اور احترام دنیا کے ہر متنفس پر یکساں واجب ہے۔"

ان اقتباسات و حوالجات سے یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیکچر سیالکوٹ کے بعد ہندوستان کے نئے تعلیم یافتہ طبقہ میں ہل چل ضرور پیدا ہو گئی، اور صوفیا تو پہلے ہی سے اس بات کو مانتے تھے۔ بعض صوفیاء کی مجھ سے جو گفتگو ہوتی رہی ہے، اس پر مجھے بعض وقت بڑا ہی تعجب ہوا ہے، جبکہ میں کرشن جی کے حالات سے پورے طور پر واقف نہ تھا۔

مجھ سے ایک صوفی نے یہ ذکر کیا تھا، کہ دریائے جمنا کے اس مقام پر جہاں اب گھاٹ بنا ہوا ہے، اور جہاں کرشن جی کے اشنان کی نشاندہی کی جاتی ہے، صوفیوں کو اُس

مقام پر انوارِ نبوت نظر آتے ہیں۔ مَیں نہیں جانتا ہوں، کہ اس بیان میں کہاں تک حقیقت ہے۔ جس زمانہ میں گفتگو ہوئی تھی، اُس زمانہ میں مَیں کرشن جی کی حیثیت و حالات سے قطعًا ناواقف تھا۔ جیسا چونکہ میرے وطن (فرخ آباد) کے قریب ہی واقع ہے، اور متھرا میرے وطن سے کچھ دور نہیں ہے، اس لئے مجھے بعض اوقات صوفیوں سے اس کے متعلق تذکرہ سننے کا موقعہ ملا ہے۔ اس ذکر سے میرا صرف یہ مقصد ہے، کہ صوفیا پر کسی نہ کسی طرح حضرت کرشن جی کی عظمت کا اثر ابتدا ہی سے ہے۔

Digitized by Khilafat Library

ان حوالجات کو ختم کرنے سے پہلے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک رائے کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے، جو اُن کی کتاب "فتاویٰ عزیزی" کے صفحہ ۱۳۱ پر ایک سوال کے جواب میں شائع ہوئی ہے۔ افسوس ہے، کہ مطبوعہ نسخہ جو میرے سامنے ہے، اس کا صفحہ اوّل اور آخر غائب ہے، اس لئے مَیں یہ بتانے سے قاصر ہوں، کہ یہ کتاب کب اور کس مطبع میں شائع ہوئی؟ کتاب مذکور کے صفحہ ۱۳۱ پر سوال بایں الفاظ ہے کہ:۔

سوال:۔ "از روئے اخبار و تواتر و آثار کے بخوبی ثابت ہے، کہ بیچ ہند کے اوتار کثیر کہ قوم ہنود ان کو خالق اور بعضوں کو مقتدیٰ اپنا جانتے ہیں، گذرے۔ اور راجے باشوکت وقوت اور خلعت بہت ہوئے۔ ابتدائے پیدائش سے کون پیغمبر اس قوم میں بھیجا گیا، اور کونسی کتاب واسطے ہدایت ان کی زبانِ ہند یا دوسری زبان میں نازل ہوئی ہے، یا نہیں، اور بیچ صورت نہ ہونے کے سبب اس کا کیا ہے؟"

جواب اس سوال کا کسی قدر طویل ہے، اور ایسی عبارت میں ہے، کہ اگر اس کو پورا نقل کیا جائے، تو اس کا سمجھنا دشوار ہوگا۔ مختصر یہ کہ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں، کہ آیت قرآنی اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ سے ظاہر ہوتا ہے، کہ ہر قوم میں ایک ڈرانے والا گذرا ہے، جو بُرے کاموں اور حقوق کے تلف کرنے سے ڈراتا رہا ہے، عام اس سے

کہ ڈرانے والا انبیاء سے ہو، یا علماء، واعظین، اولیاء یا خدا شناسوں سے۔ اور معاملہ حضرت حق کا ہر فرقہ کے ساتھ بحسب اختلاف استعدادات مختلف ہے۔ بعض ممالک یا اقوام میں نبی کے معنے کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ ان کی طبیعت میں عُبّاد، زُہّاد، تارکانِ دُنیا اور خلوت نشینوں کی عظمت و اعتقاد مرکوز ہے، اس لئے ممکن ہے، کہ اوتارِ ہنود مظاہر حق گذرے ہوں، خواہ افرادِ بشر سے ہوں، خواہ شیر و ماہی سے مثل عصائے موسیٰ اور ناقۂ حضرت صالح علیہما السّلام، لیکن عوام فرقۂ ہنود میں بسبب قصور فہم کے درمیان ظاہر و مظہر کے فرق نہ کر کے سب کو معبود کہا اور گمراہ ہو گئے۔

Digitized by Khilafat Library

حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ اوتار ہنود کا تصوّر خواہ نبی سے کسی قدر مختلف ہی ہو، تاہم وہ مظاہرِ حق تھے، اور اس طرح ہر قوم کے ہادی کہے جا سکتے ہیں۔ پس اس فتویٰ کا مفاد بھی یہی ہے، کہ ان ہادیوں کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آتا ہے، جو اوتار کے نام سے اس ملک میں تسلیم کئے گئے ہیں، انہیں میں سے حضرت کرشن جی ہیں، جن کی عظمت کے متعلق مَیں یہ مضمون لکھ رہا ہوں۔

سری کرشن جی مہاراج کے متعلق مسلمانوں کے خیالات اقتباسات بالا سے واضح ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے ان رواداری خیالات کے ساتھ جب خود ہندوؤں کے بیانات پر نظر ڈالی جاتی ہے، تو وہ اتنے پیچیدہ، مبہم اور تعبیر طلب نظر آتے ہیں، کہ اگر ان کی کوئی تعبیر و توجیہہ نہ کی جائے، تو باہم ایک دوسرے سے قطعاً متضاد ہیں۔ ایک طرف تو ہندوؤں کے جدید اصلاح یافتہ فرقہ آریہ سماج کی طرف سے ایسے خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے، جس سے سری کرشن جی کی مذہبی حیثیت و عظمت کو قطعاً تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ دوسری طرف سناتن دھرمی کرشن جی مہاراج کی انسانیت کو مافوق البشر وجود قرار دیکر فی نفسہٖ خالق کا وجود تسلیم کرتے ہیں، اور ان کو ہادی کے درجہ سے بڑھا کر قابلِ پرستش دیوتا قرار دیتے ہیں، اور ان کے ہدایت اور نبوت کے کارناموں کو ایسی شکل میں پیش کرتے ہیں، جس کو ایک معمولی شریف

Digitized by Khilafat Library انسان بھی اپنے لئے پسند نہیں کر سکتا۔

کرشن جی کی تصویریں جو عام طور پر منظر پر لائی جاتی ہیں، نہایت رنگیلے رقاص اور ناچنے گانے والے عیّاش آدمی کی سی ہیں، جو عورتوں کو ناچ گا کر رجھاتا اور اپنی طرف مائل کرتا ہے۔ گوپیوں کی عشقبازی کا مشہور قصہ اور بانسری کی سریلی آواز سے ان کو مست کر دینے کا واقعہ اس قدر عام ہے، کہ اس کو چھپانے یا اس سے انکار کرنے کے بجائے عام طور پر ان کو کرشن جی کے کمالات میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ اگر ان واقعات کو ہندوؤں کی قدیم میتھالوجی تصور کیا جائے، اور ان کی ایسی معقول توجیہہ و تعبیر کی جائے، جو ایک مذہبی ہادی کی عظمت و احترام کے شایانِ شان ہو، تو کچھ شُبہ نہیں، کہ گوپیوں کی عشقبازی کا قصہ اور بانسری کی سریلی تانیں اس معقول تعبیر و توجیہہ کے بعد حضرت کرشن جی کے کمالات ہی سے شمار کئے جا سکتے ہیں۔ اگر ان دو الزامات کی معقول تعبیر و توجیہہ کر دی جائے، یا مہاراج سری کرشن جی کی جیون چرتر (سوانح حیات) سے ان کو علیحدہ کر دیا جائے تو باقی جو کچھ ان کے حالات کے متعلق ہندوؤں کی کتابوں میں مل سکتا ہے، ان کی عظمت و بزرگی کے منافی نہیں ہے۔ اس معاملہ میں حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ذوق کے مطابق ایک نہایت اچھی بات اُس اقتباس میں بیان کی ہے، جو اُن کے مطبوعہ ملفوظات کے صفحہ ۲۷ سے نقل کرکے اُوپر درج کیا گیا ہے، کہ :-

"کشن آخریں بزرگان اینہا است و در آنوقت نسبت بہ سابق عمرہا کوتاہ وقوتہا ضعیف گردید پس اہل زمانہ خود را بہ نسبت جذبی ہدایت میکرد کثرت غنا و سماع کہ از وے منقول است دلیل است بر ذوق و شوق نسبت جذبیہ"

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے، کہ حضرت موصوف، کرشن جی کے واقعات غنا و سماع کو اُن کی نسبت جذبی پر دلیل سمجھتے ہیں، اور فرماتے ہیں، کہ اسی نسبت کے ذریعہ سے وہ اپنے زمانہ کے لوگوں کی ہدایت فرماتے تھے۔ یہ ایک معقول توجیہہ صوفیانہ مذاق کے مطابق کرشن جی کی بانسری اور بانسری نوازی اور گوپیوں کے عشق و محبت کی ہو سکتی ہے۔ اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے اُس

بیان سے بھی، جس کا میں نے اُوپر ذکر کیا ہے، یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ ظہورِ حق ہر قوم میں اس کے معتمد علیہ طریقہ سے ہؤا کرتا ہے۔ اس لئے ممکن ہے، کہ اس زمانہ میں کثرت غنا و سماع کی وجہ سے ہی یہ طریقے زیادہ محبوب اور مرغوب ہوں، اور ہدایتِ خلق اسی وسیلہ سے کی جانی مقدر ہو۔ ہر زمانہ کے واقعات کا حُسن و قبح اُسی زمانہ کے ماحول کے مطابق جانچا جانا چاہیئے۔ اس لئے چار ہزار برس پہلے کے واقعات کو ہم اپنے ماحول کے مطابق نہ پاکر زشت و قبیح نہیں کہہ سکتے ہیں۔

مَیں ہمیشہ یہ خیال کرتا رہا ہوں، کہ حضرت کرشن جی کی وہ تصاویر جو عام طور پر ہندو گھروں یا بازاروں یا کتابوں میں نظر آتی ہیں، خالص میتھالوجی ہے، جو صرف اُن خیالات و جذباتِ محبت کی ترجمانی کرتی ہیں، جو ایک نبی اور ہادی کو اپنے پیروؤں اور متبعین سے ہوتی ہے اور ہونی چاہیئے۔ اور گوپیوں کی شکلوں میں فی نفسہٖ طَالِبُ الدُّنْیَا مُؤَنَّثٌ[1] کا مرقع پیش کیا گیا ہے، اور ان کا ننگا ہونا لِبَاسُ التَّقْوٰی[2] سے عاری ہونے کے بجائے دکھایا گیا ہے، ندی سے ننگا نکل کر اس شخص سے جو درخت پر چڑھا ہؤا ہے (جو اس کی علویت کو ظاہر کرتا ہے) کپڑے مانگنا تقوٰی کی خواہش اور ہدایت کی طلب کے مساوی ہے۔ ندی کو دُنیا سے تشبیہہ ہے چنانچہ حافظ علیہ الرحمۃ ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

Digitized by Khilafat Library

"آشنایانِ رہِ عشق دریں بحرِ عمیق غرقہ گشتند و نگشتند بآب آلودہ"

"بآب آلودہ" سے دُنیا داری مراد لی جا سکتی ہے۔ پس اُن گوپیوں کی تصویر سے جو ندی کے کنارے ننگے کھڑے ہوئے کرشن جی سے اپنے لئے لباس طلب کر رہی ہیں، یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ دنیا دار مخلوق جو لِبَاسُ التَّقْوٰی سے عاری ہے، اپنے ہادی و رہبر سے تقوٰے اور ہدایت طلب کر رہی ہے، اور اس کی خواہش مند ہے۔ اس طرح اگر "کار پاکاں را قیاس از خود مگیر" کے ادب آموز اصول پر کاربند ہو کر اُس میتھالوجی کی جو ان تصاویر سے ظاہر ہو رہی ہے

[1] دُنیا کا طالب مؤنث ہے۔ [2] پرہیزگاری کا لباس۔

یہ تعبیر و توجیہہ کریں، تو شاید بیجا نہ ہو گی۔ ابھی حال میں لاہور کے مشہور مصوّر چغتائی نے پُورے دیوانِ غالب کو مصوّر کر دیا ہے۔ یہ ایک اچھی مثال اس امر کی ہے، کہ کلام کس طرح مصوّر اور تصاویری زبان میں منتقل کیا جا سکتا ہے، اور تصاویر سے کلام کا مفہوم کس طرح پیدا ہوتا ہے۔ اس خیال کو مَیں نے اپنے ایک لیکچر میں جو ۱۱ر اگست ۱۹۳۶ء کو "ینگ مینز کایستھ یونین" کے سالانہ جلسہ کرشن جنم میں دیا گیا تھا، ظاہر کیا تھا، اور یہ خیال اس وقت بہت پسند کیا گیا تھا۔

میرے ایک دوست نے مجھ کو اس مضمون کے لکھنے کے لئے مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب کی کتاب "کرشن بیتی" فراہم کر دی ہے۔ خواجہ صاحب نے اس کتاب کے صفحہ ۴۰ تا ۴۲ پر رادھا جی کے متعلق ایک اچھا خیال کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں، کہ "رادھا" سری کرشن جی کے جذبۂ عشق کا صفاتی نام ہے۔ اس خیال کو خواجہ صاحب نے ایک خاص عنوان قائم کر کے دو تین صفحات پر پھیلایا ہے۔ بات تو یہ بھی اچھی ہے، لیکن عام طور پر سب گوپیوں سے اس کا متعلق کرنا دشوار ہے۔ ۱۱ر اگست ۱۹۳۶ء کے لیکچر کے بعد مجھے پھر موقعہ نہیں ملا، کہ مَیں اس مضمون پر کوئی خیالات مزید ظاہر کر سکتا۔ خیال تھا کہ کسی دوسرے موقعہ پر کرشن جی کی بانسری کے متعلق بھی کوئی توجیہہ پیش کرونگا، لیکن اتفاق سے اس قسم کے لیکچروں کا سلسلہ جاری نہ رکھا جا سکا، اور آج مجھے اس مضمون کے سلسلے میں اس لئے کو بڑھانے کا موقعہ مل گیا ہے۔ خواجہ صاحب نے اپنی کتاب "کرشن بیتی" کے صفحہ ۷۰ پر ایک خاص عنوان "بانسری" کا قائم کر کے ایک مختصر سا نوٹ تحریر فرمایا ہے، مگر اس میں مثنوی مولانا روم کے پہلے شعر کے سوا کچھ اور صراحت نہیں فرمائی ہے۔ وہ شعر جو مشہور اور زبان زد عام ہے، یہ ہے:-

Digitized by Khilafat Library

بشنو از نَے چوں حکایت میکند وز جدائی ہا شکایت میکند

مجھے اس وقت ٹھیک یاد نہیں، لیکن غالباً حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ یا حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں مَیں نے ان بزرگوں میں سے کسی کا قول پڑھا ہے، کہ حضرت الٰہی نے "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" پیلو کی دھن ادا فرمایا تھا، جس کے جواب میں بے اختیار

ہو کر ارواح بنی آدم نے "بلیٰ" عرض کیا تھا، لیکن یہ ذوقی باتیں ہیں، ان بزرگوں کی جو سماع کے شائق تھے، ان کو ہر صدائے حق میں سماع ہی کا ذوق ملتا تھا بقول سعدیؒ ؎

کسانیکہ ایزد پرستی کنند — برآواز دولاب مستی کنند

پس اس قسم کے ذوق و وجدان سے کوئی تمسک کرنا ضروری نہیں ہے۔

مثنوی مولانا روم کے شارحین نے "نَے" سے مراد انسانِ کامل لی ہے "اِدھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق میں شامل" اس لئے ہوسکتا ہے، کہ انسان کامل کا وہ کلامِ ہدایت وحکمت جو اس کے مونہہ سے جاری ہؤا، اور جس نے مخلوق کے قلوب کو جذب کیا ہو، بانسری کی شکل میں منظرِ عام پر لایا گیا ہو، قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ نے رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا ہے، وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا۔ یہ نہیں فرمایا۔ کہ قُلْ لَّهُمْ فِيْ سَمْعِهِمْ قَوْلًا۔ بلکہ فرمایا کہ قُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا۔ یعنی اس جگہ یہ نہیں کہا، کہ ان کو صرف سُنادو، بلکہ فرمایا، کہ اُن کے دلوں میں اتار دو۔ دلوں میں جو چیز اترتی ہے، وہ مرغوب اور پسندیدہ ہی بات ہوتی ہے، جس کو دل اپنے اندر کھینچ لیتا ہے ؎

دیکھنا تقریر کی لذّت کہ جو اُس نے کہا — مَیں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

ایسی باتوں میں فلسفہ یا منطق کے سے دلائل نہیں ہوتے ہیں، بلکہ بہت ہی پاک و پیاری و دلربا باتیں ہوتی ہیں، جو خود بخود دل کے اندر اتر جاتی ہیں۔ پس قول بلیغ بھی جو انسانوں کے قلوب میں اُتر جائے اسی جذب وکشش بلکہ اس سے زیادہ تر قوت کی جذب وکشش کا حامل ہوتا ہے، جو بانسری کے ذریعہ سے پیدا کی جاسکتی ہے۔ اس لئے یہ بھی ممکن ہے، کہ حضرت کرشن جی کی بانسری وہ قولِ بلیغ ہو، جو انسانی قلوب کو متاثر کرکے اپنی جانب کھینچ لیتا تھا، اور مصوّرین میتھالوجی نے اس جذب وکشش کی قوت یا آلہ جذب وکشش کو بانسری کی تصویر دیدی ہو، جو اپنے زمانہ میں واحد آلۂ موسیقی و ذریعہ جذب وکشش تصوّر کی جاتی تھی۔

اس بانسری کے سلسلہ میں مَیں سمجھتا ہوں، کہ بائیبل کے عہد عتیق کی کتابوں سے بھی ہم کو مدد

مل سکتی ہے۔ جن لوگوں نے پرانے عہد نامے کو پڑھا ہے، وہ جانتے ہیں، کہ پرانے عہد نامے کی کتابوں میں سے ایک کتاب کا نام "غزل الغزلات" ہے، اور اس میں پہلی غزل یہ ہے:۔

"وہ اپنے مونہہ کے چوموں سے مجھے چومے، کیونکہ تیرا عشق مئے سے بہتر ہے، جیسی تیرے لطیف عطروں کی خوشبو سو تیرا نام ہے، اُس عطر کی مانند جو بہا یا جائے، اس واسطے کنواریاں تجھ پر عاشق ہیں، مجھے کھینچ تو ہم تیرے پیچھے دوڑینگی۔ بادشاہ مجھے اپنے محل میں لے آیا، ہم تجھ میں شادماں اور مسرور ہوں گی، ہم تیرے عشق کی تعریف مئے سے زیادہ کرینگی، وہ سچے دل سے تجھ پر عاشق ہیں۔" ($\frac{1}{۲تا۴}$)

"اے تُو جو عورتوں کے درمیان نہایت شکیل ہے، اگر تو نہیں جانتی ہے، گلّے کے نقش قدم پر جا، اور اپنے حیوانوں کو چرواہوں کے خیموں کے پاس پاس چرا۔ اے میری جانی مَیں تجھے فرعون کی رتھ کی گھوڑیوں میں سے ایک سے تشبیہہ دیتا ہوں، تیرے گال خوشنما ہیں، کہ ان پر موتیوں کی لڑیاں ہیں، اور ایسی ہی تیری گردن، کہ اس پہ سونے کی زنجیریں۔ ہم تیرے لئے سونے کے طوق بنائینگے، اور ان میں چاندی کے پھول جڑینگے۔" ($\frac{1}{۱۱تا۵}$)

اسی طرح تقریبًا پوری کتاب اسی قسم کی غزلوں سے مرصّع ہے۔ یہ کوئی چھ سات صفحے کی کتاب ہے، لیکن اس میں سب اسی قسم کی غزلیں درج ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ بڑی مستی سے عشقبازی کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ کتاب حضرت سلیمان علیہ السلام کی "غزل الغزلات" کے نام سے مشہور ہے، جن کو مسلمان ایک مقدس نبی تصوّر کرتے ہیں۔ میری سمجھ میں تو ساری "غزل الغزلات" پیشگوئیوں سے بھری ہوئی ہے، مگر اس کے الفاظ اور اسلوب بیان ایسا ہے کہ صرف ظاہری الفاظ پر نظر رکھکر اس کا سمجھ لینا دشوار ہے۔ وہ خواب کی سی باتیں ہیں، جن کی تعبیر کی جاسکتی ہے، اور کی جانی چاہیئے۔ مَیں نے اس موقعہ پر صرف اس لئے اس کا حوالہ دیا ہے، کہ کرشن جی مہاراج کے جو قصّے مشہور کئے گئے ہیں، وہ اگر صحیح بھی ہوں، تو وہ اسی طرح تعبیر طلب

ہیں، جس طرح قدیم عہد نامے کی دوسری کتابیں "غزل الغزلات" کی مثالیں تو میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیں۔ اب حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور ملاحظہ فرمائیں۔

زبور فی نفسہٖ گانے اور گانے ہی کی کتاب کو کہتے ہیں۔ یہ کتاب حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب ہے، جو اُن پر نازل کی گئی تھی۔ وہ ایک اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ سورۃ سبا میں جہاں حضرت داؤد علیہ السلام کے فضائل کو بیان کیا گیا ہے، وہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًاؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ۔ اس کی تفسیر میں بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نہایت خوش الحان تھے، اور زبور کو اس خوش الحانی سے پڑھتے تھے، کہ پہاڑ بھی ساتھ پڑھتے اور روتے تھے، اور جانور پاس آبیٹھ کر اُسی طرح آواز کرتے تھے"! یہ ان فضلوں میں سے ایک فضل ہے، جو اللہ تعالےٰ نے داؤد علیہ السلام پر مبذول فرمائے تھے، جن سے ان کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کتاب میں پہلا زبور یعنی پہلا گانا کتنا پیارا، کتنا مقدس اور ہر ایک قسم کے مذہبی خیالات کے مطابق ہے۔ پہلا زبور یوں ہے:۔

"مبارک وہ آدمی ہے، جو شریروں کی صلاح پر نہیں چلتا، اور خطاکاروں کی راہ پر کھڑا نہیں رہتا، اور ٹھٹھا کرنیوالوں کی مجلس میں نہیں بیٹھتا، بلکہ خداوند کی شریعت میں مگن رہتا اور دن رات اس کی شریعت میں سوچا کرتا ہے۔ سو وہ اس درخت کی مانند ہوگا، جو پانی کی نہروں کے کنارے پر لگایا جائے، اور اپنے وقت پر میوے لائے، جس کے پتے مرجھاتے نہیں، اور اپنے ہر کام میں پھولتا پھلتا رہیگا۔ شریر ایسے نہیں، بلکہ وہ بھوسے کی مانند ہیں، جسے ہوا اُڑا لے جاتی ہے۔ سو شریر عدالت میں کھڑے نہ رہیں گے، نہ خطاکار صادقوں کی جماعت میں، کیونکہ خداوند صادقوں کی راہ جانتا ہے، پر شریروں کی راہ نیست و نابود ہوگی۔" (۱ تا ۶)

اس مقدس کتاب میں زبور ۴ اور زبور ۵ کے عنوانات یہ ہیں:۔

زبور ۴۔ "سردار مغنی کے لئے داؤد کا زبور جو بین کے ساتھ گایا جائے"!

زبور ۵۔ "سردار مغنّی کے لئے داؤد کا زبور جو بانسری کے ساتھ گایا جائے۔"

مَیں نے مثالاً دو زبور کے عنوانات آپ کے سامنے پیش کئے ہیں، جن کو بانسری اور بین پر گانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ زبور ۶ اور زبور ۸ کے عنوانات یہ ہیں:۔

زبور ۶۔ "سردار مغنّی کے لئے داؤد کا زبور بین کے ساتھ شمینیت[۱] پر گایا جائے۔"

زبور ۸۔ "سردار مغنّی کے لئے داؤد کا زبور جو جتیت کے سُر پر گایا جائے۔"

مَیں نے یہ عنوانات اس لئے منتخب کئے ہیں، تا یہ ظاہر کر سکوں، کہ زبور کے گانے کے لئے سُر بھی معیّن کر دیئے گئے ہیں، گویا کہ زبور ایسی مقدس کتاب ہے، جو باقاعدہ طور پر سُروں کی پابندی کے ساتھ بین اور بانسری کے ساتھ گائی جانی چاہیئے۔ پس حضرت کرشن علیہ السلام کی بانسری کسی طرح پر بھی قابلِ اعتراض باقی نہیں رہتی۔

زبور اور غزل الغزلات کے ان اقتباسات سے یہ بخوبی سمجھ میں آ سکتا ہے، کہ ہم اپنے خالص مذہبی یا اسلامی تمدّن کے نقطۂ نظر سے سابق پاکبازوں کو جانچ نہیں سکتے ہیں۔ بائبل کے عہدِ قدیم کی ان دونوں کتابوں کی صحّت کی نسبت خواہ کتنا ہی شُبہ کیا جائے، لیکن یہ امر صاف ہے، کہ حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہما السّلام کی جانب ایسی ہی چیزیں منسوب کی گئی ہیں، جو اُن کے زمانہ میں مذہبی نقطۂ نظر سے نہ صرف ناقابل اعتراض، بلکہ مرغوب و محبوب تھیں۔ اسی کے ساتھ قرآن شریف کے سورۃ صٓ کی آیت شریفہ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ کی تفسیر میں مفسرین نے حضرت داؤد علیہ السّلام کی ننّو بیویوں کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، وہ بھی گوپیوں کے ظاہری قصّہ سے ایک گونہ مشابہت رکھتا ہے۔ پس اگر کلام و خیالات و واقعات سے منسوب کئے جانیوالے بزرگ ہمارے مسلّمہ مقدّس انبیاء ہیں، تو حضرت کرشن علیہ السلام کی جانب جو اسی قسم کی باتیں منسوب کی جاتی ہیں، یا تو ان کی نسبت یہ تسلیم

[۱] یہ ایک سُر کا نام ہے۔

کرنا پڑے گا۔ کہ وہ درحقیقت معیوب باتیں نہیں ہیں، اور ان سے کسی نبی کی شانِ تقدس کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا ہے۔ یا ان کی کوئی معقول تاویل و تعبیر کرنا پڑے گی۔ دونوں صورتوں میں حق یہی رہتا ہے، کہ وہ بزرگ جن کی جانب عشق و محبت کے افسانے منسوب کئے جاتے ہیں، قابلِ الزام نہیں ہیں۔ یعنی حق ہر حال میں حق ہے، خواہ اس کو ظاہری صورت میں قبول کرو، یا اس کی تاویل و تعبیر کرو۔ پس حضرت کرشن جی کے بارے میں سب سے اچھی و صحیح آخری و قطعی رائے وہی ہے، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے براہین احمدیہ حصّہ پنجم کے صفحہ ۹۰ میں بایں الفاظ بیان فرمائی ہے کہ:-

"ہندوؤں میں...... ایک نبی گذرا ہے جس کا نام کرشن تھا...... افسوس کہ جیسے داؤد نبی پر شریر لوگوں نے فسق و فجور کی تہمتیں لگائیں، ایسی ہی تہمتیں کرشن پر بھی لگائی گئی ہیں۔ اور جیسا کہ داؤد خدا تعالےٰ کا پہلوان اور بڑا بہادر تھا، اور خدا اس سے پیار کرتا تھا، ویسا ہی آریہ ورت میں کرشن تھا۔ پس یہ کہنا درست ہے، کہ آریہ ورت کا داؤد کرشن ہی تھا، اور اسرائیلی نبیوں کا کرشن داؤد ہی تھا۔ اور یہ بالکل صحیح ہے، کہ ہم کہیں کہ داؤد کرشن تھا، یا کرشن داؤد تھا۔ کیونکہ زمانہ اپنے اندر ایک گردشِ دَوری رکھتا ہے، اور نیک ہوں یا بَد ہوں بار بار دنیا میں ان کے امثال پیدا ہوتے رہتے ہیں۔"

اس فیصلہ کُن کلام کے بعد کم از کم جماعت احمدیہ تو حضرت کرشن علیہ السّلام کو نبی تسلیم کرنے اور ان کی تقدیس کرنے سے گریز نہیں کر سکتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ

Digitized by Khilafat Library

حضرت امیر المؤمنین کا منظوم کلام

Digitized by Khilafat Library

اور تصوّف

(از ابن عمرو عبد الرب صدیقی)

{یہ مضمون ابن عمر بی۔ اے اور عبد الرب صدیقی بی۔ اے کی مشترکہ کوششوں کا نتیجہ ہے، جو انہوں نے رسالہ ہذا کے خلافت جوبلی نمبر کے لئے لکھا تھا، مگر گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے اس میں شائع ہونے سے رہ گیا۔ پہلے ہمارا ارادہ تھا، کہ اس مضمون کو دو قسطوں میں شائع کیا جائے، مگر پھر اس کی علمی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہی مناسب سمجھا گیا، کہ اسے یکجا شائع کر دیا جائے۔ مضمون نگار صاحبان ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں، کہ انہوں نے نہایت محنت سے مرتب کر کے یہ علمی مضمون ارسال کیا۔ ادارہ}

"بے لوث اور بے غرض فدا کاری یا بلفظِ دیگر محبت، تصوف کا بنیادی اصل ہے۔ اور گو یہ تصور دیندار اور نیکوکار مسلمانوں کے لئے بالکل اجنبی تو نہ تھا، لیکن وہ اس سے کچھ ایسے بہت مانوس بھی نہ تھے، کیونکہ اللہ کی رافت و محبت اور رحم و کرم کی نسبت اس کی عظمت و جبروت اور ہیبت وانتقام کے نقوش ان کے دلوں پر بہت زیادہ گہرے تھے۔ قرآن عام طور پر خدا کو سخت گیر، جبّار اور ناقابلِ رسائی، مطلق العنان فرمانروا کی شکل میں پیش کرتا ہے، جو اپنی مستبدانہ خواہشات کی تو کامل اطاعت چاہتا ہے، لیکن انسان کے جذبات وعواطف اور اس کی تمناؤں اور آرزوؤں

Digitized by Khilafat Library

کی طرف سے قطعًا بے پرواہ اور بے نیاز ہے۔ ایسا وجود حسِ مذہبی کی آسودگی کا موجب نہیں ہو سکتا، اور تصوّف کی ساری تاریخ خدا اور انسان کے درمیان اس غیر فطری بُعد اور جدائی کے خلاف ایک احتجاج ہے، جو ذاتِ باری کے متعلق اس تصوّر میں مضمر ہے"[۱]

یہ پروفیسر نکلسن (Nicholson) کا قول ہے، جن کو تصوّف کے مطالعہ کا بڑا دعویٰ ہے، اور جنہوں نے اسلامی تصوّف پر ایک مستقل کتاب بھی لکھی ہے۔ بے شک یہ صحیح ہے، کہ اسلام کے خدا کا تعلق انسانوں کے ساتھ اس نوعیّت کا نہیں، جیسا کہ یونان اور روما کے معبودوں اور "اولمپس" کے باسیوں کا تھا، کہ وہ اپنی تخت گاہِ الوہیّت سے اتر کر انسانوں میں گھُل مل جاتے تھے، اور ان کی خوشی و ماتم کی محفلوں میں انسانوں ہی کی طرح شریک ہوتے تھے، اور اسی پر بس نہیں کرتے تھے، بلکہ اپنے پرستاروں کی بہو بیٹیوں پر عاشق ہو جاتے، اور موقعہ پا کر انہیں اُڑا بھی لے جاتے تھے۔ شاید انسان اور اس کے معبود کے درمیان تعلّقات کا یہ منظر جو یونان اور روما کی دیومالاؤں میں دکھایا گیا ہے، پروفیسر نکلسن اور ان کے ہم مشرب مسیحی مستشرقین کے لئے، جو اسلام کی خوبیوں سے آنکھیں بند کر کے اس کو نہایت بھیانک شکل میں پیش کر کے حد درجہ لذّت و سرور محسوس کرتے ہیں، بہت جاذبِ نظر ہے، اور اسلامی لٹریچر میں شاید اسی کا فقدان انہیں اس سرتاسر غلط نتیجہ پر پہونچنے پر مجبور کرتا ہے، کہ اسلام کے خدا میں محبت و مؤدّت اور رحم و غفران کی صفات، جبروت و ہیبت اور انتقام و غصّہ کے جذبات کے نیچے دب کر رہ گئی ہیں۔ حالانکہ اسلام محبت کا مذہب ہے، اور اسلام کا خدا سب سے زیادہ محبت کرنے والا ہے۔ دیکھو کہ وہ "ربّ" "رحمٰن" اور "رحیم" ایک جگہ اپنی ہستی اور وحدانیت کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے بندوں کے ساتھ کیسے پیارے الفاظ میں اپنی محبت، رافت اور احسان کا ذکر کرتا ہے۔

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ — (کیا تمہارے معبود بہتر ہیں) یا وہ جس نے آسمانوں اور

---

[۱] A Literary History of the Arabs. ص۲۳۱

أَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا
بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا
كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا
ءَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ
يَعْدِلُونَ ۝ أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ
قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَ
جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ
الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ءَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ
بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ أَمَّنْ
يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَ
يَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ
الْأَرْضِ ءَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا
مَا تَذَكَّرُونَ ۝ أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي
ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلُ
الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ
ءَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا
يُشْرِكُونَ ۝ (سورۃ نمل ع ۵)

زمین کو پیدا کیا، اور تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا، پھر اس سے سرسبز باغات اُگائے، تمہارے لئے ممکن نہ تھا، کہ تم اس کے درخت اُگاؤ۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ یہ (مشرک) لوگ حد سے تجاوز کرتے ہیں۔ یا وہ جس نے زمین کو ٹھہرنے کا ذریعہ بنایا، اور اس کے اندر نہریں بنائیں اور اس کے لئے وزنی پہاڑ بنائے اور دو سمندروں میں روک بنائی ہے کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر بے علم ہیں۔ یا وہ جو بے قرار کی سنتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے، اور وہ دکھ کو دور کرتا ہے اور تم کو زمین میں جانشین بناتا ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے؟ تم کم ہی نصیحت پکڑتے ہو۔ یا وہ جو بیابان اور سمندر کے اندھیروں میں تمہاری رہنمائی کرتا ہے اور ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے خوشخبری دینے والی بنا کر بھیجتا ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے؟ اللہ کی ذات اس سے برتر ہے جسے وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

ہم نہیں جانتے کہ اس سے زیادہ جاذبِ نظر جالبِ توجہ اور مقناطیسی کشش سے بھرا ہوا محبت کا بلاوا اور کیا ہوسکتا ہے؟ پھر ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے " رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ " میری رحمت دنیا کی تمام چیزوں پر غالب ہے۔ اور ان تمام چیزوں میں خدا تعالےٰ کی وہ صفات بھی شامل ہیں، جن کی موجودگی پروفیسر نکلسن اور ان کے رفقاء کیلئے

سوہانِ روح ہے۔ لفظ اسلام کے معنے میں تسلیم و رضا مضمر ہے، جو محبت کا اہم ترین بلکہ اولین و آخرین عنصر ہے۔ اسلام نام ہے، اپنی عزّت و آبرو، آل و اولاد اور جان و مال غرض سب کچھ محبوبِ حقیقی کے قدموں میں نثار کر دینے اور اس کے سپرد کر دینے کا۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالٰے نے فرمایا اَسْلِمْ تو آپ نے عرض کیا" اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ"۔ یہ ارشاد "اَسْلِمْ" کوئی جابرانہ اور قاہرانہ حکم نہ تھا، بلکہ ایک "طغیانِ ناز" تھا، جو اس "شمعِ حسن" کی طرف سے ظہور میں آیا۔ یہ اس لئے نہ تھا، کہ "شرارِ حسن میں جلتے ہوئے پروانے" یعنی ابراہیمؑ کو خاکستر بنا دے، بلکہ خود خدا کے دل میں ابراہیم کی محبت کا چشمہ ابل رہا تھا، اور جب اس نے کہا کہ اَسْلِمْ تو اس کے سوا کچھ نہ کہا کہ اے ابراہیمؑ! اے میرے پیارے! تو آ اور میرے ہی اندر اپنی ہستی کو محو کر دے، تا جس طرح میں ابدی ہوں، تو بھی ابدی ہو جائے۔ چنانچہ جب ابراہیمؑ نے اس محبت کی پکار کا جواب محبت سے دیا، اور کہدیا، "اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" تو اس کو حیاتِ ابدی حاصل ہو گئی، اسی دینِ ابراہیمی، اسی مذہبِ سپردگی کا نام اسلام ہے — اور ادائے سپردگی محبت کی حسین ترین ادا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

اسلام کے خدا اور اس کے بندوں کے درمیان تعلق کی مثال ہمیں اس تعلق میں ملتی ہے، جو ایک باپ اور بیٹے کے درمیان ہوتا ہے، جس کی اساس "بے لوث اور بے غرض" محبت کے سوا کچھ نہیں، جہاں ایک طرف اگر باپ کا دل بیٹے کی محبت میں گداز ہوتا ہے، تو دوسری طرف اس کی ابوّت بچے سے ایک طبعی احترام اور فرمانبرداری کی بھی متقاضی ہوتی ہے۔ اور بچّہ کا دل جہاں ترغیب اور ترہیب کے خیالات سے آزاد و الہانہ طور پر اپنے باپ سے پیار کرتا ہے، وہاں وہی محبت اس کو مجبور کرتی ہے، کہ اس کی عزّت بھی کرے، اور اس کا کہا بھی مانے، کہ اسی میں وہ اپنے دل کی راحت، اپنے صحیح جذبات کی تسکین، اور اپنی ہر طرح کی بھلائی اور بہبودی دیکھتا ہے، جیسا قرآنِ مجید میں بیان ہوا۔ اُذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا۔ یعنی تم اسی والہیت، بے غرضی اور بے لوثی کے ساتھ اپنے رب کو پیار کرو، جس طرح تم اپنے باپوں

سے پیار کرتے ہو، اور جس طرح تم اپنے باپوں کی اطاعت و فرمانبرداری بغیر کسی انعام کے طمع اور بغیر کسی سزا کے خوف کے کرتے ہو، اسی طرح خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کرو، بلکہ تمہارے اُس پیار میں بہت زیادہ والہیّت اشوق اور جوش ہو، اور تمہارے اعمال بہت زیادہ بے غرضی پر مبنی ہوں۔ مسلمان "شریعت" کو "لعنت" نہیں سمجھتا، عذاب اور قہر نہیں جانتا، بلکہ اس کو اپنے محبوب کا حکم جان کر اس پر عمل کرتا ہے، اور اس کو یقین ہوتا ہے، کہ وہ اس کو تباہی کی طرف نہیں لیجائیگی، بلکہ اس کی فلاح و کامیابی کا زینہ بنے گی، اور اس کے ذریعہ وہ اپنے محبوب کا وصال حاصل کریگا۔ اسلام کے خدا نے اپنی مخلوق کی پیدائش کی غرض ہی یہ بتائی ہے، لِیَعْبُدُوْنِ کہ وہ اس کی اس طور پر پرستش کریں، اور ایسا تعلق محبت و وفا کا اس سے باندھیں، کہ ان میں اور ان کے خدا میں کوئی جدائی باقی نہ رہے۔

Digitized by Khilafat Library

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے غایت درجہ کی محبت رکھتا ہے، اور اگر کوئی بندہ اس سے روگردان ہوجائے، تو اس کو بہت سخت کرب ہوتا ہے، اور جب وہ بندہ پھر اس کی طرف رجوع کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے دل کی وہی کیفیت ہوتی ہے، جو اس بیکس مسافر کی کہ ایک لق و دق، بے آب و گیاہ میدان میں اپنی اونٹنی کھو بیٹھتا، اور بہت تلاش کے بعد حیران و سرگردان، تھکا ماندہ زمین پر پڑ کر سوجاتا ہے، اور جب اس کی آنکھ کھلتی ہے، تو ناگاہ اپنی اونٹنی کو اپنے سامنے کھڑا پاتا ہے، تب اس وقت اس کے مونہہ سے بےاختیارانہ یہ جملہ نکل جاتا ہے کہ "اے خدا! تو میرا بندہ اور میَں تیرا رب ہوں"۔

پھر خدا تعالیٰ کے جو نام مثل "ربّ" "رحمان" "رحیم" "رؤف" "توّاب" اور "ودود" وغیرہ قرآنِ کریم میں مذکور ہیں، ایسے شدید محبت کرنے والے خدا کو ظاہر کرتے ہیں، کہ اس سے زیادہ محبت کرنے والے وجود کا تصوّر بھی ناممکن ہے۔

پروفیسر نکلسن کو غلطی لگی ہے، کہ انہوں نے قرآنِ مجید کی ان آیات کو دیکھ کر جن میں دوزخ کی اذیّتوں کا ذکر ہے، یہ سمجھ لیا ہے، کہ اسلام محبت کے بجائے خوف پر خالق و مخلوق کے تعلقات

کی بنیاد رکھتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے، کہ جس طرح جنت کے نعماء کا اصل تخم محبتِ الٰہی ہے اسی طرح دوزخ کے عذاب کی بنیاد بھی اسی محبت پر ہے، یہی وجہ ہے کہ دوزخ کے متعلق اسلامی تصوّر یہ ہے، کہ وہ عارضی ہے، اور گنہگار اس میں ایک وقت تک رکھے جانے کے بعد جب وہ گناہوں سے پاک ہوجائیں گے، وہاں سے نکال کر جنت کی نعماء کے حصہ دار بنادیئے جائینگے، اور اس طرح ایک وقت آئے گا، کہ دوزخ بالکل خالی ہوجائے گی، اور اس میں کوئی نہیں رہیگا پس دوزخ کا وجود اسی لئے ہے، تا گنہگاروں کو جنہوں نے اپنے تئیں گندگیوں میں ملوّث کرکے محبوب کے قرب ووصال کے قابل نہیں رکھا، پاک وصاف کرکے محبوب کے قرب ووصال کے قابل بنادیا جائے۔ اور اس طرح دوزخ کی حقیقی بنیاد رحم وکرم پر ثابت ہوتی ہے۔

پس یہ ایک بالکل غلط بات ہے، کہ اسلام نے خدا کے ایسے تصوّر کو پیش کیاہے، کہ اس کے ساتھ "بے لوث اور بے غرض فداکاری" اور محبت کا رشتہ قائم نہیں ہوسکتا، اسی طرح یہ بھی درست نہیں، کہ تصوّف، جس کی بنیاد محبتِ الٰہی پر ہے، خدا کے اس تصوّر کے خلاف جو قرآن میں پیش کیا گیا ہے، ایک احتجاج ہے۔ حق یہ ہے، کہ عشقِ الٰہی اور کمالِ تسلیم اسلام کا پہلا اور آخری اصل ہے، اور جیسا کہ خود پروفیسر نکلسن کو اقرار ہے، تصوّف کی چھت بھی "بے لوث وبے غرض فداکاری" کے عمود پر کھڑی ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا، کہ تصوّف اپنی حقیقی شان کے ساتھ اور اپنی خالص اور اصلی شکل میں اسلام کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں۔ اور دُنیا کا سب سے بڑا صُوفی ہمیں سیّدنا ومطاعنا حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ملتاہے جس نے اپنے وجود کو اپنے خالق کے وجود میں اس طرح گم کردیا کہ دشمن بھی پکار اُٹھے، عَشِقَ مُحَمَّدٌ عَلٰی رَبِّہٖ کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے رب کا مفتون ہوا۔

جس نے چل کر آپ دکھلادی رہِ وصلِ حبیب
جس نے بتلایا کہ یُوں ملتاہے یارِ بےنشاں

اور اس سیّدالاصفیاء سے اقتباسِ نور کرتے ہوئے اس کی فشاندادہ شاہراہ پر جب دوسرے لوگ گامزن ہوئے، تو وہ بھی اپنے رب میں محو ہوکر خاک کے پتلوں سے نور کے پُتلوں میں مبدّل

ہو گئے، اور اس کا یہ فیض زمان و مکان کی قید سے آزاد آج بھی ویسا ہی جاری و ساری ہے جیسا کہ کبھی پہلے تھا، اور اس مادہ پرستی کے زمانہ میں بھی ہمیں ایک ایسا وجود نظر آتا ہے، جو اس طرح للکارتا ہؤا اس میدان میں آیا ہے ؎

Digitized by Khilafat Library

ذرا دل تھام لو اپنا کہ اک دیوانہ آتا ہے
شرارِ حسن کا جلتا ہؤا پروانہ آتا ہے

یہ شرارِ حُسن کا جلتا ہؤا پروانہ اس جری اللہ فی حُلل الانبیاء کا جانشین ہے جس کے آنے کی غرض ہی یہ تھی، یُحْیِ الدِّیْنَ وَیُقِیْمَ الشَّرِیْعَۃَ کہ دینِ اسلام کو زندہ کرے اور شریعتِ محمدیہ کو اس کی اصل شکل میں قائم کرے، اور جس کا فرمان ہے، کہ جو قرآن کے سات سو حکموں میں سے کسی ایک حکم کو بھی ٹالتا ہے، وہ اس کی جماعت میں سے نہیں، اور خود اس صُوفیٔ صافی کا اپنے پیشوا کی نیابت میں یہ کام ہے، یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ۔ اس کا اپنا بیان ہے، کہ اس نے سب کچھ قرآن ہی سے حاصل کیا۔ پیچھے ہم نے پروفیسر نکلسن کا ایک طویل اقتباس درج کیا تھا، اب ذرا اس صوفیٔ صافی کی پیاری زبان سے بھی سُنو۔ کہ اس نے قرآن سے کیا حاصل کیا۔

"اللہ تعالےٰ اپنے تمام بندوں کا اس سے زیادہ متکفّل ہوتا ہے، جتنا ماں باپ اپنے بچوں کے متکفّل ہوتے ہیں، پس انسان کو اپنے تعلقات کی بنیاد اس محبت پر رکھنی چاہیئے، جو خدا تعالےٰ اپنے بندوں کی نسبت ظاہر کرتا ہے۔ بہت سے لوگ خدا تعالےٰ کے ساتھ اپنا تعلق ایسا رکھتے ہیں، جو صرف خوف پر مبنی ہوتا ہے، لیکن ایسا تعلق کبھی بھی انسان کے اندر روحانیت نہیں پیدا کرتا، وہی تعلق روحانیت پیدا کرتا ہے، جس میں خوف کے ساتھ محبت بھی شامل ہو، بلکہ محبت کا پہلو غالب ہو، اللہ تعالےٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے، رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ یعنی میری رحمت تمام صفات پر غالب ہے، اور مخلوقات پر جس شدت سے میری دوسری صفات نازل ہوتی ہیں۔ اس سے زیادہ میری رحمت نازل ہوتی ہے۔

..... مَیں نے اپنی ساری عمر میں جو کچھ قرآن شریف سے حاصل کیا ہے، اور جو اس کے مخفی خزانے مجھ پر کُھلے ہیں، ان کی بنیاد اس امر پر ہے، کہ مَیں نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو ہر دوسری محبت سے زیادہ محسوس کیا ہے،...... پس آج عید کے دن جبکہ ہر ایک کا دل خوشی سے معمور ہے، اور جب عزیز عزیز کو تحفہ دینے کی خواہش رکھتا ہے، اور جب دوست اپنے دوست کی خدمت میں ہدیہ پیش کرتا ہے، مَیں چاہتا ہوں، کہ آپ لوگوں کو عید کا تحفہ پیش کروں، کہ ہمارا خدا کامل محبت ہے، کوئی محبت اس کے مقابل پر نہیں ٹھہر سکتی..... اس کی محبت ایک سورج ہے جس کے مقابل پر تمام محبتیں جگنو کی چمک سے بھی کم ہیں۔ پس اس محبت کو لے لو، اور اس محبت کو اپنے دل میں جگہ دو، کہ اس سے زیادہ قیمتی کوئی اور چیز نہیں۔ جس کو یہ محبت مل گئی، اسے سب کچھ مل گیا، اور جسے یہ نہ ملی، وہ دُنیا کی ہر ایک نعمت سے محروم رہا.......مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ........ کیوں مومن کہلانیوالا انسان شریعت پر اس لئے عمل کرتا ہے، کہ کہیں خدا اس کو سزا نہ دے، یہ سزا کا خیال ہمارے دل میں پیدا ہی کیوں ہو، جبکہ خدا نے ہمارے لئے حکم اس لئے نازل نہیں کئے، کہ ہم ان کو توڑیں، اور سزا پائیں، بلکہ اس لئے نازل کئے ہیں، کہ ہم کو ان سے ہدایت اور رہنمائی حاصل ہو اور ایسی پاکیزگی ہمارے دل میں پیدا ہو جائے، جس کی وجہ سے ہم اپنے قدوس خدا کو دیکھ سکیں۔ اس کی گرمی کو محسوس کر سکیں۔ اس کی شفقت کے ہاتھ کو چھو سکیں۔ اور اپنے دل کو خدا تعالیٰ کے انوار سے منوّر کر سکیں.......!!

(خطبہ عید الفطر سنہ ۱۹۳۶ء)

غرض ہمارے آقا، ہمارے سردار امیر المؤمنین حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے وجود میں جنہیں خود خدا نے اپنی رضا کے عطر سے ممسوح

کیا۔" اور اپنے مُنہ سے مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعُلاء کے عظیم الشان لقب سے پکارا ہے ہمیں دنیائے اسلام کا ایک جلیل القدر صوفی ملتا ہے، جس نے اپنا سب کچھ اپنے خدا کو سونپ دیا، آپ کی زندگی کے ہزارہا تجارب بہت سے گذشتہ صوفیا کے لئے باعثِ رشک اور آنے والے سالکین کے لئے مشعلِ ہدایت ہیں، اور آپ کے منثور و منظوم کارناموں میں ان تجارب کے شاندار، نظر افروز، ایمان افزا، روح پرور اور دل نواز نمونے ملتے ہیں۔ آج کی صحبت میں ہم اس جہت سے صرف آپ کے منظوم کلام کا مطالعہ کریں گے، اور دیکھیں گے، کہ کس طرح آپ سالک بن کر درجہ بدرجہ، قدم بقدم، زینہ بزینہ منازل سلوک کو طے کرتے ہوئے "آغوشِ دلبر" میں جا بیٹھے ہیں۔

جیسا کہ بیان ہُوا، تصوّف کی بنیاد محبتِ الٰہی پر ہے۔ اس محبت کی محرک اللہ تعالیٰ کے لازوال و بے مثال حُسن کی جھلک ہے، جو جب کسی بندہ کو نظر آجاتی ہے، تو دنیا کے تمام حُسن اس کی نظر میں حقیر و فرومایہ ہو جاتے ہیں، تمام روشنیاں خدا تعالےٰ کے خیرہ کر دینے والے نور کے آگے ماند پڑ جاتی ہیں، اور بندہ کا دل مستانہ وار اس کے وصف میں یوں نغمہ سنج ہوتا ہے ؎

میں نے جس دن سے ہے پیارے تیرا چہرہ دیکھا — پھر نہیں اور کسی کا رُخِ زیبا دیکھا
سچ کہونگا کہ نہیں دیکھی یہ خوبی ان میں — چہرۂ یوسف و اندازِ زلیخا دیکھا
خاک کے پُتلے تو دنیا میں بہت دیکھے تھے — پر کبھی ایسا نہ تھا نور کا پُتلا دیکھا

اور اس حُسن کی رعنائیوں میں گم ہو کر وہ طرح طرح سے اس کو بیان کرتا، اور دوسروں کو اس کے جلوے دکھانا چاہتا ہے، لیکن ابھی تو گرفتاری کا عالم ہے، پہلی جھلک نے ہوش و حواس کو اس طرح گُم کر دیا ہے، کہ وہ بعض دفعہ خود اس کی کیفیّت و ماہیّت کےسمجھنے سے قاصر رہ جاتا، اور اپنی کوشش کی بے چارگی کو یوں بیان کرتا ہے ؎

اس کے جلوہ کی بتاؤں تمہیں کیا کیفیت — مجھ سے دیکھا نہ گیا تم کو دکھایا نہ گیا

تاہم عشق اس کی جان میں قرار پکڑ لیتا ہے، اور کسی دم اس سے جُدا نہیں ہوتا، یہانتک کہ ہر رگ و پے سے یہ صدا نکلنے لگتی ہے، ؎

مئے عشقِ خدا میں سخت ہی مخمور رہتا ہوں یہ ایسا نشہ ہے جس میں کہ ہردم چُور رہتا ہوں

لیکن بہت جلد محبوب کی بلندی، پاکیزگی اور رفعت کے ساتھ اپنی بے مائگی، بے چارگی اور بے بال و پری کا احساس ہوتا ہے، اور وہ یہ کہہ اُٹھتا ہے ؎

دیکھو کہ دل نے ڈالی ہے جا کر کہاں کمند کودا تو ہے یہ بحرِ محبت میں پر کہاں

تاہم وہ یہ بھی جانتا ہے، کہ ؎

عشق و بے کاری اکٹھے ہو نہیں سکتے کبھی عرصۂ سعیٔ محبّاں تا ابد ممدود ہے

اس لئے وہ منازل سلوک کے طے کرنے اور شاہدِ حقیقی کو پا لینے پر کمربستہ ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ "شاہِ جہاں" خود پاکیزہ ہے، اور اس سے پیوند بھی صرف "پاک دل" ہی کو حاصل ہو سکتا ہے، ؎

Digitized by Khilafat Library

پاک ہو جاؤ کہ وہ شاہِ جہاں بھی پاک ہے جو کہ ہو ناپاک دل اس سے نہیں کرتا وہ پیار

اس لئے سالک سب سے پہلے تصفیہ و تزکیۂ نفس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور توبہ کے مقام کو حاصل کرنا چاہتا ہے، اور اس کوشش کو یہاں تک پہونچانا چاہتا ہے، کہ ؎

کوئی مجھ سا گناہوں پر پشیماں ہو نہیں سکتا کوئی یوں غفلتوں پر اپنی گریاں ہو نہیں سکتا

اور اس طرح وہ گناہوں کے بوجھ سے سبکبار ہو کر جادۂ سلوک پر راہ سپار ہو جاتا ہے، گو گناہوں کے بوجھ سے تو اس نے اپنے تئیں ہلکا کر لیا ہوتا ہے، لیکن وہ محسوس کرتا ہے، کہ منازلِ سلوک کی راہبری کے لئے ایک مرشد کی بھی ضرورت ہے، اور جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اس کو مل جاتا ہے، اور وہ اس یقین کے ساتھ قدم آگے بڑھاتا ہے، کہ ؎

نقشِ پا پر جو محمد کے چلے گا ایک دن پیروی سے اس کی محبوبِ خدا ہو جائیگا

اور اثنائے راہ میں اپنے دل کو غیر اللہ کی یاد سے خالی کرتا جاتا ہے، کہ ؎

وہ غنی ہے پر نہیں اس کو یہ ہرگز بھی پسند غیر سے تیرا تعلق رہے اس کا ہو کر

اور ہر فانی چیز سے مُنہ موڑ لیتا ہے ؎

حسنِ فانی سے نہ دل کاش لگائے کوئی
اپنے ہاتھوں سے نہ خاک اپنی اڑائے کوئی

یہی نہیں، بلکہ محبوب کے وصال کی خواہش اس درجہ ترقی کر جاتی ہے، کہ عقبےٰ کی نعمتوں کے خیال سے بھی درگذر کرتا ہے ؎

مطلوب ہے فقط مجھے خوشنودیٔ مزاج
امیدِ حور و خواہشِ باغِ جناں نہیں

اور ؎

Digitized by Khilafat Library

مَیں تو بھوکا ہوں فقط دیدِ رُخِ جاناں کا
باغِ فردوس نہ ہو، روضۂ رضوان نہ ہو

اور جب اس مرشدِ کامل کی رہبری کی برکتوں سے چلتے چلتے اپنے محبوب کو اس طرح پکارتا ہی ؎

مَیں نے مانا تُو نے لاکھوں نعمتیں کی ہیں عطا
پر مَیں انکو کیا کروں تیرے طلبگاروں میں ہوں

تب اللہ تعالےٰ اس کو اپنا ایک ہلکا سا جلوہ دکھاتا ہے، لیکن اپنی بے بضاعتی کو دیکھکر سالک کو یقین نہیں آتا، اور وہ کہتا ہے ؎

میری یہ آنکھیں کجا رویتِ دلدار کجا
حالتِ خواب میں ہوں مَیں کہ یہ بیداری ہے

اس ابتدائی قرب کے بعد ہجر کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے، اور زندگی بدمزہ اور بےکیف ہو کر رہ جاتی ہے ؎

فرقت سے تیری ہر جگہ ویرانہ بن گئی
اب زندگی کے دن یہ کروں مَیں بسر کہاں

ہر لحظہ انتظار ہے، ہر وقت جستجو
رہتا ہے اب تو منہ پہ مرے بس کدھر کہاں

اور صدمۂ افتراق کی اذیتوں سے بیقرار ہو کر چلّا اٹھتا ہے ؎

مری جاں تیرے جامِ وصل کی خواہش میں اے پیارے
مثالِ ماہیٔ بے آب ہر دم تلملاتی ہے

اور کبھی اپنی بے مائگی اور محبوب کی رفعتِ شان کا تصوّر کر کے بعض لمحے اس پر ایسے آجاتے ہیں، کہ وہ کہتا ہے ؎

وہاں ہم جا نہیں سکتے، یہاں وہ آ نہیں سکتے
ہمارے درد کا کوئی بھی درماں ہو نہیں سکتا

لیکن وہ محبوب کی غیر محدود قدرتوں کو یاد دلاتے ہوئے کہتا ہے ؎

الٰہی پھر سبب کیا ہے کہ درماں ہو نہیں سکتا ہمارا دردِ دل جب تجھ سے پنہاں ہو نہیں سکتا

اور التجا کرتا ہے ؎

Digitized by Khilafat Library

خدارا خواب میں ہی آکر اپنی شکل دکھلا دے کہ اب تو صبر مجھ سے اے میری جاں ہو نہیں سکتا

تب رحیم و کریم خدا اس کی دستگیری کو بڑھتا اور وصال اور قرب کی بعض اور کیفیتوں سے اس کو لذّت یاب کرتا ہے، جس پر وہ یہ کہنے کے قابل ہو جاتا ہے ؎

کبھی جو روتے روتے یاد میں اسکی میں سو جاؤں شبیہہ یار آکر مجھ کو سینے سے لگاتی ہے

اور وہ اس خوشی کے عالم میں یوں ترانہ سنج ہوتا ہے۔

مرحبا! وحشتِ دل تیرے سبب سے یہ سنا میں ترے پاس ہوں سرگشتہ و حیران نہ ہو

لیکن ان حالتوں میں دم بدم اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے اور کبھی اگر وہ یہ کہتا ہے ؎

قیامت ہے کہ وصلِ یار میں بھی رنجِ فرقت ہے میں اسکے پاس رہ کر بھی ہمیشہ دُور رہتا ہوں

تو پھر دوسرے وقت یہ کہہ اٹھتا ہے ؎

کرے گا فاصلہ کیا جبکہ دل اکٹھے ہوں ہزار دور رہوں اس سے پھر قریب ہوں میں

اور جوں جوں قرب کا احساس ترقی کرتا جاتا ہے، تشنگی بھی بڑھتی جاتی ہے اور اگر پہلے اس پر قانع تھا کہ ؎

ہم کو اک گھونٹ ہی دے صدقہ میں میخانے کے پی گئے لوگ مئے وصل کے پیالے پیارے

تو اب اس کے لبوں سے یہ صدا آنے لگتی ہے ؎

تشنگی میری نہ پیالوں سے بجھے گی ھرگز خم کا خم لیکے میرے منہ سے لگائے کوئی

اور اس کے بعد پیہم التجاؤں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے ؎

بادۂ عرفاں پلا دے، ہاں پلا دے آج تو چہرۂ زیبا دکھا دے، ہاں دکھا دے آج تو

مجھ کو سینہ سے لگا لے، ہاں لگا لے پھر مجھے حسرتیں دل کی مٹا دے، ہاں مٹا دے آج تو

یا مرے پہلو میں آ کر بیٹھ جا پھر بیٹھ جا ۔۔۔ یا مری خواہش مٹا دے، ہاں مٹا دے آج تو

. . . .

ارتباطِ عاشق و معشوق کے سامان کر ۔۔۔ پھر مری بگڑی بنا دے، ہاں بنا دے آج تو

مطربِ عشق و محبت گوش بر آواز ہوں ۔۔۔ نغمۂ شیریں سُنا دے، ہاں سُنا دے آج تو

([illegible])

جب یہ پکار بارگاہِ ربّ العزّت میں بار پا جاتی ہے، تو وہ "کامل محبت" خود اپنے شیدائی کو اپنی طرف کھینچ لیتا اور اپنے وصل کی لذّتوں سے اس کو سرشار کرتا ہے، جو اس طرح بیان ہوتی ہیں۔

ہے کبھی رویتِ دلدار کبھی وصلِ حبیب ۔۔۔ کیسی عشّاق کی ہے صبح و مسا دیکھو تو

اپنے بیگانوں نے جب چھوڑ دیا ساتھ مِرا ۔۔۔ وہ میرے ساتھ رہا اس کی وفا دیکھو تو

ہیں تو معشوق مگر ناز اٹھاتے ہیں مِرے ۔۔۔ جمع ہیں ایک ہی جا حسن و وفا دیکھو تو

جب سالک ایک مدت تک ان لذّتوں سے بہرہ اندوز ہو چکتا ہے تو وہ "عربدہ جو" اس کی محبت کی آگ کو اور تیز کرنے کے لئے اپنے چہرے کو پھر چھپا لیتا ہے، اور سالک کو اپنی گذشتہ خوشیوں اور موجودہ مصیبتوں کا حال یُوں بیان کرنے کے لئے اکیلا چھوڑ دیتا ہے ؎

ہوتا تھا کبھی مَیں بھی کسی آنکھ کا تارا ۔۔۔ تبلاتے تھے اک قیمتی دل کا مجھے پارا

دُنیا کی نگہ پڑتی تھی جن ماہ وشوں پر ۔۔۔ وہ بھی مجھے رکھتے تھے دل و جان سے پیارا

. . . .

تھوڑی سی بھی تکلیف مری ان پہ گراں تھی ۔۔۔ کرتے نہ تھے اک کانٹے کا چبھنا بھی گوارا

یا آج میرے حال پہ روتا ہے فلک بھی ۔۔۔ سورج کا جگر بھی ہے غم و رنج سے پارا

یا میری ہنسی بھی تھی عبادت میں ہی داخل ۔۔۔ یا زہد و تعبد میں بھی پاتا ہوں خسارا

. . . .

یا زانوِ دلدار میرا تکیہ تھا یا اب ۔۔۔ سر رکھنے کو ملتا نہیں پتھر کا سہارا

جو گھنٹوں محبت سے کیا کرتے تھے باتیں ۔۔۔ اب سامنے آنیسے بھی کرتے ہیں کنارا

ہے صبر جو جاں سوز تو فریاد حیا سوز نے تابِ خموشی ہے نے گویائی کا یارا

مگر اب تک چونکہ سالک ایقان کے بہت سے مدارج طے کر چکا اور وصول کی لذتوں سے شاد کام ہو چکا ہوتا ہے، اس لئے اس ہجر میں اس پر اس قسم کے لمحے نہیں آتے، جیسے ہجر کی پہلی کیفیتوں میں آیا کرتے تھے ؎

Digitized by Khilafat Library

ہے خوف مجھکو بہت اس کی طبعِ نازک سے نہیں نہیں کہ مجھے آرزوئے یار نہیں

بلکہ وہ بڑے استقلال، وثوق اور ہمت کے ساتھ اس راہ پر گامزن ہوجاتا ہے، جو ہاتفِ غیبی" نے اس کو ان الفاظ میں بتائی تھی، کہ ؎

اے صیدِ مصائب نگہِ یار کے کُشتے جس نے تجھے مارا ہے وہی ہے تیرا یارا

. . . .

مرنا ہو تو اس در پہ ہی مر جی تو وہیں جی ہوگا تو وہیں ہوگا تیرے درد کا چارا

تب وہ ہر طرف سے کٹ کر محبوب ہی کی طرف متوجہ ہوتا اور اسی کو خطاب کرتا ہے ؎

"مَیں تمہیں جانے نہ دونگا"

اور مخالف حالات میں (بھی) اپنے محبوب کی ناراضگی کو برداشت کرتا ہے، اس کی ناراضگی سے جڑ کر علیحدہ نہیں ہوتا، بلکہ محبت کی باریک در باریک راہوں سے چلکر اس کے دل تک پہونچنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ یقین رکھتا ہے، کہ میرا رب مجھ سے ناراض نہیں ہوسکتا، اور پہلے اس کی ناراضگی کو زیادہ سنجیدگی سے نہیں دیکھتا۔ لیکن پھر اس کا دل عاشقانہ بے اعتباری سے کام لیتا ہے اور سنجیدگی سے اس امر کو ظاہر کرنے لگتا ہے، کہ اس کے تعلقات ہی ایسے ہیں، وہ جُدا نہیں ہوسکتا۔ مگر اس اضطرار کی حالت میں پھر اس کے دل میں اپنی محبت کے جذبات ترقی کر کے اسے شُبہ میں ڈال دیتے ہیں، اور وہ اپنی خیالی جنت میں کھڑا ہو کر ناراضگی کو صرف بناوٹ خیال کرنے لگتا ہے، مگر عاشقانہ بے تابی اسے اس حالت میں بھی کھڑا رہنے نہیں دیتی، اور پھر ناراضگی کو حقیقی سمجھنے لگتا ہے، اسی طرح اس کے خیالات کئی پلٹے کھاتے ہیں، اور آخر وہ والہانہ طور پر

معشوق سے اپیل کرتا ہے، کہ اگر کچھ وجہ بھی ہے، تو جانے دو، اور اپنے قرب سے مجھے محروم نہ کرو، ذرا اس داستان کو سالک ہی کے الفاظ میں سُنئے:۔

(۱) مَیں تمہیں جانے نہ دونگا

کیا محبت جائے گی یُوں   کیا پڑا روؤں گا مَیں خُوں
یاد کر کے چشمِ مے گوں   مَیں تمہیں جانے نہ دُوں گا

(۲) مَیں تمہیں جانے نہ دونگا

خواہ تم کتنا بھی ڈانٹو   خواہ تم کتنا بھی کوسو
خواہ تم کتنا بھی جھڑکو   مَیں تمہیں جانے نہ دُونگا

(۳) مَیں تمہیں جانے نہ دُونگا

کیا ہوئی اُلفت ہماری   کیا ہوئی چاہت تمہاری
کھا چکا ہوں زخمِ کاری   مَیں تمہیں جانے نہ دُونگا

(۶) مَیں تمہیں جانے نہ دُونگا

اس قدر محنت اُٹھا کر   دولتِ راحت لُٹا کر
تم کو پایا جاں گنوا کر   اب تو مَیں جانے نہ دُونگا

Digitized by Khilafat Library

. . . .

(۱۲) مَیں تمہیں جانے نہ دُونگا

میری حالت پر نظر کر   عیب سے غضِ بصر کر
ڈھیر ہو جاؤں گا مر کر   پر تجھے جانے نہ دُوں گا

. . . .

(۱۵) مَیں تمہیں جانے نہ دُونگا

تم تو میرے ہو چکے ہو   تم میرے گھر کے دیئے ہو

میرے دل میں بس رہے ہو میں تمہیں جانے نہ دُوں گا

(۱۶) مَیں تمہیں جانے نہ دُونگا

مَیں یہ تم سے کہہ چکا ہُوں اور اب پھر کہہ رہا ہُوں
عہد پختہ کر چکا ہُوں مَیں تمہیں جانے نہ دُوں گا

(۱۷) مَیں تمہیں جانے نہ دُونگا

آؤ آؤ مان جاؤ مجھ کو سینہ سے لگاؤ
دل سے رب شکوے مٹاؤ مَیں تمہیں جانے نہ دُوں گا

یہی والہیت آخر اُسے قرب کے اس مقام پر پہونچا دیتی ہے، جب اُسے معشوق کے سوا کچھ اور نظر ہی نہیں آتا، ہر ذرہ اُسے اپنی طرف متوجہ کرتا، اور پھر اس توجہ کو حُسنِ ازلی کی طرف منتقل کر دیتا ہے، جب ہر اچھی چیز اسے دردِ ہجر سے آشنا کرتی اور ہر جلوۂ حُسن جدائی کی تکلیف کو تیز کر دیتا ہے...... اور وہ ہر شے میں خدا تعالےٰ کو دیکھتا لیکن پھر اس سے اپنے کو دُور پاتا ہے، درحقیقت یہی اس کی پہلی منزل کی آخری گھڑیاں ہوتی ہیں۔ اس حالت کو لمبا اس کی دل کی صفائی کے لئے کیا جاتا ہے، ورنہ در اصل اس وقت آگ دونوں طرف برابر لگی ہوئی ہوتی ہے، خدا کی محبت اس کے بندہ کے دل پر گرنے کے لئے اسی طرح بے چین ہو رہی ہوتی ہے، جس طرح بندہ کا عشق اس کے دل کو بیتاب کر رہا ہوتا ہے۔ "وجود وشہود" کی اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے ؎

Digitized by Khilafat Library

(۱) آہ پھر موسمِ بہار آیا دل میں پھر میرے خیالِ یار آیا
لالہ و گُل کو دیکھ کر محمؔود یاد مجھکو وہ گل عذار آیا

زخمِ دل ہو گئے ہرے میرے
ہر چمن سے مَیں اشکبار آیا

(۲) خوں رُلاتا تھا لالہ زار کا رنگ مجلسِ یار کی بہار کا رنگ

تازہ کرتے تھے یاد اسکی پھول یاد آتا تھا گُل عذار کا رنگ
لوگ سب شادمان و خوش آئے
ایک مَیں تھا کہ سوگوار آیا

Digitized by Khilafat Library

. . . .

(۱۰) مَیں وہاں ایک اور خیال میں تھا کیا کہوں مَیں نرالے حال میں تھا
سبزہ اک عکسِ زلفِ جاناں ہے یہ تصوّر ہی بال بال میں تھا
لوگ سب شادمان و خوش آئے
ایک مَیں تھا کہ سوگوار آیا

. . . .

(۱۱) جلوے اس کے نمایاں ہر شے میں سُر اسی کی تھی پیدا ہر لَے میں
رنگ اسی کا جھلک رہا تھا آہ کفِ ساقی میں ساغرِ مَے میں
زخمِ دل ہو گئے ہرے میرے
ہر چمن سے مَیں اشکبار آیا

(۱۲) اس کے نزدیک ہو کے دُور بھی تھا دلِ امیدوار چُور بھی تھا
نارِ فرقت میں جل رہا تھا مَیں گو پسِ پردہ اک ظہور بھی تھا
لوگ سب شادمان و خوش آئے
ایک مَیں تھا کہ سوگوار آیا

تب وصال کے سارے ذرائع اور محبوب کے حصول کے تمام طریق اس کی نظر میں ہیچ ہو جاتے ہیں، اور وہ کہتا ہے ؎

میرے ہمراز بے شک دل محبت کا ہے پیمانہ ہے اس کا حال رندانہ تو اسکی چال مستانہ
مئے جاں بخش بٹتی ہے جہاں ہے یہ وہ میخانہ مگر وہ کیا کرے جس کا کہ دل ہو جائے ویرانہ

نظر آئیں تمنّاؤں کی چاروں سمت میں قبریں

. . . .

میرے ہمراز آنکھیں بھی خدا کی ایک نعمت ہیں
ہزاروں دولتیں قربان ہوں جس پر وہ دولت ہیں
بنائے جسم میں سچ ہے کہ بابِ علم و حکمت ہیں
مثالِ خضر ہمراہِ طلبگارِ زیارت ہیں
مگر وہ منہ نہ دکھلائیں تو پھر ہم کیا کریں آنکھیں

. . . .

بجا ہے ساری دُنیا ایک لفظِ "مَیں" لکھا ہی نقشہ
جدھر دیکھو چمک اس کی جدھر دیکھو ظہور اس کا
میرے ہمراز! سب دُنیا کا کام اس "مَیں" پہ ہی چلتا
مگر "مَیں" بھی نہیں ہوتی ہے جب ہو سامنا "تُو" کا
بھلا وہ کیا کریں "مَیں" کو جو ان کی یاد سے اُتریں

اس پر یہ "بے سامان طالب" ہر طرف سے مایوس ہو کر اپنے محبوب کو اس طرح پکارنا شروع کر دیتا ہے، اور کہتا ہے ؎

ہمارے بیکسوں کا آپ کے بِن کون ہے پیارے
نظر آتے ہیں مارے غم کے اب تو دن کو بھی تارے
نہیں دل اپنے سینوں میں بھرے ہیں بلکہ انگارے
پھُکے جاتے ہیں سر سے پاؤں تک ہم ہجر کے مارے
بس اب تو رحم فرمائیں چلے آئیں چلے آئیں

اور پھر کہتا ہے ؎

تیری نگاہِ لطف اتارے گی مجھکو پار
کٹتے ہیں مجھ سے عشق کے یہ بحر و بر کہاں

لیکن اسے معلوم ہوتا ہے، کہ جب تک اپنی ہستی کو بالکل فراموش نہیں کر دیگا، وجودِ نفس کو خدا تعالےٰ کے وجود کے سامنے بھلا نہیں دیگا، اور حسبِ مفہوم آیتِ قرآنی اَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَہٗ اپنی ہستی کو اس طرح خدا تعالیٰ کے سامنے نہیں ڈال دیگا جس طرح مردہ بدست زندہ ہوتا ہے، اس وقت تک باوجود اس پکار کے ؎

بس اب تو رحم فرمائیں چلے آئیں چلے آئیں

قربِ الٰہی کا کوئی امکان نہیں کیونکہ ؎

قُرب اس کا نہیں پاتا نہیں پاتا محمود نفس کو خاک میں جبتک نہ ملائے کوئی

تب وہ سلوک کی اس منزل کو بھی طے کرتا ہے، اور آخر والہانہ انداز میں یہ کہتا ہوا آگے بڑھتا ہے:

ہزاروں خواہشیں جلکر فنا ہونے کی رکھتا ہے ہٹا بھی دیں ذرا فانوس اک پروانہ آتا ہے

تب اس کے انتظار کی وہ گھڑیاں جس میں وہ کہتا تھا ؎

دیکھئے کب وہ منہ دکھاتا ہے پردہ چہرہ سے کب اٹھاتا ہے
کب میرے غم کو دور کرتا ہے پاس اپنے مجھے بُلاتا ہے
ہنس کے کہتا ہے دیکھکر مجھکو
دیکھو وہ میرا دلفگار آیا

مَیں یونہی اس کو آزماتا تھا پاک کرنے کو دل جلاتا تھا
عشق کی آگ تیز کرنے کو مُنہ چھپاتا کبھی دکھاتا تھا
میری خاطر اگر یہ تھا بے چین
کب مجھے اس کے بن قرار آیا

ختم ہوجاتی ہیں اور خدا تعالےٰ حالتِ فنا میں پڑے ہوئے سالک کو اپنے جذب و تحریک سے بقا جلا کر دوری اور بُعد کے تمام پردوں کو پھاڑ دیتا ہے، اور اپنے نورانی، لذیذ، سکر آور اور سرور آگین کلام کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اُسے نوازتا ہے، اور جیسا صوفیا نے لکھا ہے عرش اللہ فی قلب المؤمن خود اس کے دل میں اتر آتا ہے، اور اس طرح سالک کو دائمی بقا حاصل ہوجاتا ہے، اور یہ وہ حالت ہے جو ہر یک قبض و کدورت سے پاک اور ہر یک دغدغہ اور شک سے محفوظ اور ہر یک دردِ انتظار سے منزّہ ہے، اور پہلے تو سالک وصلِ الٰہی پر سرشار ہونے کے لئے حیران و سرگردان پھرتا تھا، اب یہ حالت ہوتی ہے، کہ خود ؎

نگاہِ لطف میری جستجو میں بڑھتی آتی ہے ہوں وہ میخوار جسکے پاس خود میخانہ آتا ہے

لقا کا یہ مرتبہ اس وقت متحقق ہوا کرتا ہے جبکہ سالک رنگِ بشریت کے رنگ و بو کو تمام و کمال محبوبِ حقیقی کے رنگ کے نیچے متوازی اور پوشیدہ کر دیتا ہے، اور سالک کی یہ کیفیت ؎

جو تم سے کوئی خواہش تھی تو بس اتنی ہی خواہش تھی تمہارا رنگ چڑھ جاتا تمہاری مجھ میں بُو ہوتی

اسی درجہ کے حصول کی خواہش کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

جب یہ رنگ بہت تیز ہو جاتا ہے، اور ہر ایک ذرہ للٰہی طاعت کے رنگ سے رنگ پذیر ہو جاتا ہے تو اسی صبغۃ اللہ کی برکت سے ایسے سالک کا اپنے قوی اور جوارح کی نسبت وحدت شہودی کے طور پر یہ کہنا صحیح ہوتا ہے۔

میری نہیں زبان جو اس کی زباں نہیں میرا نہیں وہ دل کہ جو اسکا مکاں نہیں

اس مقام پر جہاں بعض وہ لوگ جنہوں نے روحانی بلوغ کے کسی درجہ کو طے نہیں کیا ہوتا ہنستے اور معترض ہوتے ہیں۔ لیکن سلوک کے اعلیٰ مدارج پر جن کی نظر ہے، وہ اس کا انکار نہیں کر سکتے، وہاں اس موقعہ پر بعض سالکین کو بھی ٹھوکر لگی ہے، اور انہوں نے شہودی پیوند کو وجودی پیوند کے رنگ میں سمجھ لیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

اصل میں تو یہ مقامِ محمدؐ ہے، کیونکہ در اصل آپ ہی کا وجود تجلیات الٰہیہ کے لئے اتم و اعلیٰ و ارفع و اکمل نمونہ ہے۔ لیکن درجۂ لقا کے توجہ کے اوقات میں جب شدت اتصال کی وجہ سے خدا تعالےٰ کے رنگ میں بالکل رنگین ہو جاتے، اور محبوبِ حقیقی محبّ حائلہ کو درمیان سے اٹھا کر نہایت شدید قرب کی وجہ سے بشدت ہم آغوش ہو جاتے ہیں۔ تب بعض دوسرے لوگ بھی ظلّی طور پر اس سی حصہ پا لیتے ہیں۔ اس مقام کو صوفیاء نے لاہوت کے اسم سے موسوم کیا ہے، کیونکہ یہ مقام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ہے، اس حالت میں سالک کہیں نہیں ہوتا، لیکن خدا ہر جگہ ہوتا ہے، اور یہی سالک کی معراج ہے۔

جب سالک اس معراج کو پا لیتا ہے، تب وہ مقامِ ناسوت میں داخل ہوتا ہے، اور اس کے لئے اسے نیچے اترنا پڑتا ہے، لیکن اس اترنے کو تنزل نہیں کہنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ اتار پہلے

چڑھاؤ سے کہیں بلند ہوتا ہے" اس میں وہ کنجِ عبادت و ریاضت سے باہر نکل کر انسانی محبت کا اظہار کرتا ہے جس کا نام صوفیاء کی اصطلاح میں اطاعت (خدمت) ہے، اور وہ مخلوق کی خدمت ہمدردی، چارہ جوئی اور سچی غمخواری میں اپنی زندگی وقف کر دیتا ہے، دوسروں کو آرام پہنچانے کے لئے خود جلتا ہے اور تب ؎

Digitized by Khilafat Library

بھڑک اٹھتی ہے پھر شمعِ جہاں کی روشنی یکدم
عدم سے سوئے ہستی جب کوئی پروانہ آتا ہے

اس مقام کے مدارج حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی حالی شاعری میں کیونکر پائے جاتے ہیں، ان کے بیان کے لئے دوسری فرصت درکار ہے ؂

دو فائلوں کی ضرورت

رسالہ ریویو اُردو کے ۱۹۳۸ء و ۱۹۳۹ء کے فائلوں کی ضرورت ہے جو صاحب یہ فائل ارسال فرمائینگے، ان کو تین روپے فی فائل کے حساب سے قیمت ادا کر دیجائیگی۔ یا اگر وہ چاہیں گے، تو آئندہ انکے نام رسالہ مفت جاری کر دیا جائیگا اگر ایک فائل دینگے، تو ایک سال کیلئے، اور اگر ۲ دو فائل دینگے، تو ۲ دو سال کیلئے ہمیں ان ہر دو فائلوں کی پانچ پانچ جلدوں کی ضرورت ہے۔

مینجر رسالہ ریویو۔ اُردو۔ قادیان

سری گورو تیغ بہادر صاحب کا قتل

(از جناب گیانی واحد حسین صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ)

گیانی صاحب کا ایک مضمون زیر عنوان "گورو گوبند سنگھ صاحب کے بچوں کا قتل" رسالہ ریویو کی تین اشاعتوں میں گذشتہ سال چھپ چکا ہے۔ اب آپ نے گورو تیغ بہادر صاحب کے قتل پر نہایت محققانہ مضمون رقم فرمایا ہے، جس کی ایک قسط درج ذیل ہے۔ مدعا یہ ہے، کہ سکھوں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے قریب تر لانے کی کوشش کی جائے، اور جن غلط فہمیوں کی وجہ سے ان میں نفار اور دشمنی پھیلی ہوئی ہے، انہیں دُور کیا جائے، امید ہے یہ کوشش ہر بہی خواہ ملک و قوم کی ہمدردی کی مستحق ٹھہریگی، سکھ بھائیوں سے بالخصوص استدعا ہے، کہ وہ ان حقائق پر توجہ فرمائیں۔ (ادارہ)

Digitized by Khilafat Library

کسی ملک کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے اس میں بسنے والی مختلف قوموں میں اتحاد و اتفاق کا ہونا ازبس ضروری اور لازمی چیز ہے، وہ لوگ کبھی سُکھ کا سانس نہیں لے سکتے، جو لڑائی جھگڑے ہی کو اپنا فریضہ سمجھتے ہیں، ہندوستان کی ترقی میں سب سے بڑی روک اس کی قوموں کا باہمی اشقاق اور پھوٹ ہے، ہمارے جھگڑوں کا ایک سبب یہ ہے، کہ ہم اپنے گذشتہ اچھے تعلقات کی مثالوں کو نظر انداز کر کے ایسے غلط واقعات اپنے سامنے رکھ لیتے ہیں، جو بعض لوگوں نے اپنی خاص سیاسی اغراض کے ماتحت گھڑ کر مشہور کئے ہوتے ہیں، اور جن سے دو قوموں کے درمیان نفاق اور عداوت کا بیج بونا مقصود ہوتا ہے۔

پنجاب میں سکھوں اور مسلمانوں میں اختلاف کی جو وسیع خلیج حائل ہے، اس کا باعث بھی یہی ہے، کہ ان دونوں قوموں کے بزرگوں میں جو خوشگوار تعلقات تھے، ان کو فراموش کر کے ایسے

واقعات پیش کئے جاتے ہیں، جو باہمی تعلقات کو بہتر کرنے کے بجائے کشیدگی پیدا کرنے کا موجب ہوئے ہیں۔ ان امور میں سے جو سکھوں اور مسلمانوں میں دوری اور نفاق کا باعث ہوئے ہیں، ایک سکھوں کے نہم گورو سری گورو تیغ بہادر صاحب کے قتل کا افسانہ ہے، جس کا ایک عرصہ سے پروپیگنڈا جاری ہے، ہر سال آپ کا "یوم شہادت" منایا جاتا ہے۔ بڑے بڑے دیوان اور جلسے منعقد کرکے حاضرین کو یہ بتایا جاتا ہے، کہ گورو صاحب کو حضرت عالمگیر اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی میں اسلام نہ قبول کرنے کی وجہ سے تلوار کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ علاوہ ازیں ہزاروں ٹریکٹ اور رسائل و اخبارات کے خاص نمبر شائع کرکے گورو صاحب کے واقعۂ قتل کی فرضی داستان کو عام طور پر مشتہر کیا جاتا ہے۔

چونکہ یہ واقعہ سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات کی استواری میں ایک بہت بڑی روک ہے، اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے، کہ اس پر تاریخی نقطۂ نگاہ سے روشنی ڈالی جائے۔

سری گورو تیغ بہادر صاحب کے قتل کے متعلق کئی مورخوں نے قلم اٹھایا ہے، لیکن ان سب کا ماخذ سکھ حضرات کی نئی محرّف تاریخیں تھیں، اس لئے وہ صحیح نتیجہ پر نہ پہونچ سکے۔ سکولوں اور کالجوں کی تعلیمی و تاریخی کتب بھی اسی غلطی کا شکار ہوئیں۔ سکھوں کی پرانی تاریخی کتب اوّل گورمکھی حروف میں ہونے کی وجہ سے اور دوئم دقیق چھندابندی (شعروں) میں ہونے کے باعث تاریخ کے محققین کی نگاہ سے پوشیدہ رہیں، اور کسی نے گورمکھی کی ان دقیق اور ضخیم کتابوں کا مطالعہ کرنے کی تکلیف نہ اٹھائی۔ یہی وجہ ہے، کہ اصل واقعات مخفی رہے، اور غلط پروپیگنڈا جاری رہا۔

Digitized by Khilafat Library

مَیں اس مضمون میں سکھوں کی پرانی تاریخوں سے اس الزام کی حقیقت بیان کرونگا، اور بفضلہٖ تعالیٰ ثابت کرونگا، کہ سری گورو تیغ بہادر صاحب کا واقعۂ قتل محض مسلمانوں اور اسلام کو بدنام کرنے کے لئے گھڑا گیا ہے۔ سکھ بھائیوں سے میری درخواست ہے، کہ وہ ٹھنڈے دل سے ان گذارشات پر غور کریں، تا وہ غلط فہمیاں جو بدخواہوں نے ہمیں لڑانے کے لئے پھیلائی

ہوئی ہیں، دُور ہوں، اور ہم آپس میں صلح اور محبت سے رہیں۔

اس واقعہ کے متعلق گیانی گیان سنگھ نے، جو سکھوں کے ایک نہایت مشہور مورّخ ہو گذرے ہیں، اپنی کتاب تواریخ گورو خالصہ اُردو میں صفحہ ۵۴۱ سے ۸۴۱ تک طویل بیان درج کیا ہے، جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:-

Digitized by Khilafat Library

"اورنگ زیب نے تعصّب کی تلوار چلانی شروع کی، اور ہندوؤں کو جبراً مسلمان کرنے لگا، ... عموماً کشمیر میں اورنگ زیب نے بڑی سختی کے ساتھ سب ملک کو مسلمان کر ڈالا، اور چوٹی اتاری گئی، جس کا ذکر عام ہے، کہ کشمیر میں سوا من زنّار اتارے گئے۔ جو برہمن فرار ہو کر پنجاب میں چلے آئے تھے..... گورو تیغ بہادر کے پاس..... گئے، اور گریہ وزاری سے کہا، کہ اس وقت آپ کے سوا اور کوئی دھرم کا رکھوالا نظر نہیں آتا، یا آپ کرامت دکھائیں، یا سر دیں۔ گورو صاحب نے فرمایا، کہ..... دھرم کے واسطے سیس (سر) دینے سے انکار نہیں، .... نیز کہا، کہ تم سب مل کر بادشاہ کے پاس اس مضمون کی عرضداشت بھیجو، کہ اگر حضور ہمارے گورو تیغ بہادر صاحب کو مسلمان بنالیں، تو ہم خود بخود آپ کے دین میں آجائینگے، اورنگ زیب نے ان کو دہلی بُلا بھیجا۔ انہوں نے دھرم کے واسطے اپنی جان کو قربان کر دینے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا، .... چند سوار ہمراہ لیکر انندپور سے دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔..... آگرہ میں ایک پیرزن مائی بھاگو اُن کے درشن کی ایک مدت سے آرزومند تھی۔ .... اس صادق الاعتقاد کی تمنا کو بھی ضرور پورا کرنا لازم تھا، اس لئے پہلے آپ آگرہ تشریف لے گئے، اور وہاں.... اس عورت کو اپنے درشنوں سے فیضیاب کیا، ایک فقیر قوم کا سید ضعیف العمر طامع زر بکریاں چرایا کرتا تھا، اورنگ زیب بادشاہ کا اشتہار (کہ جو کوئی تیغ بہادر صاحب کو گرفتار کرے گا، ایک ہزار روپیہ اس کو انعام ملیگا) پاکر یہ دعا کرتا تھا، کہ کہیں مجھکو وہ گورو مل جائے، تو مَیں ایک ہزار بادشاہ سے لے لوں۔ اس فقیر کی آرزو پوری کرنے کے لئے گورو صاحب نے اس کو ایک قیمتی دوشالہ اور ایک اشرفی دیکر حلوائی کے پاس کچھ شیرینی خریدنے کے لئے بھیجا

حلوائی کو گڈریئے کی حیثیت سے زیادہ مال دیکھکر شک گذرا۔ اور رفتہ رفتہ کوتوال شہر تک یہ خبر پہونچی، جس نے اصل مالک کا حال دریافت کرکے حسبِ نشان وہی گڈریئے کے گورو تیغ بہادر صاحب کو گرفتار کرلیا۔ اور بہ حراست بادشاہ کے حضور بھیجدیا۔ جب دہلی پہونچے، توان کو مع ... پانچ کس ہمراہیان کے ایک مکان متصل کوتوالی میں جہاں اب گوردوارہ بنا ہؤا ہے، نظر بند رکھنے کا حکم دیا۔ دوسرے دن اورنگ زیب نے ان کو اپنے رُوبرو بلاکر کہا، کہ یا تو کرامات دکھلاؤ، ورنہ دینِ اسلام قبول کرو، بلکہ کچھ بلند مرتبہ وغیرہ دینے کا لالچ بھی دیا[1]۔ مگر گورو تیغ بہادر صاحب نے جو اپنے دہرم میں ثابت قدم تھے..... جواب دیا کہ..... مسلمانوں میں ہم ہندوؤں سے کوئی زیادہ تر فضیلت نہیں دیکھتے، تم بادشاہ ہو، تم کو تعصب نہیں چاہیئے، باقی رہا کرامات دکھانا، یہ خدا کے حکم میں دست اندازی کرنا ہے...... غرضیکہ بہت کچھ کہا، جان دیدینا قبول کیا، مگر دھرم چھوڑنا مصلحت نہ سمجھا، پھر بے رحم اورنگ زیب نے ان کو انواع واقسام کی اذیتیں اور تصدیعے دینے شروع کئے، ..... ناچار جب ظالم اورنگ زیب نے دیکھا، کہ یہ کسی طرح دینِ اسلام قبول نہیں کرتے، ..... توان کے قتل کا حکم صادر کیا۔ ... ۱۳ ر مگھر سدھی پنچمی سمت ۱۷۳۲ بکرمی کو حسبِ معمول اشنان کرکے پوشاک پہنکر بڑ کے درخت کے نیچے بیٹھکر جپ جی صاحب کا پاٹھ کرنے لگے۔ ادھر انہوں نے پاٹھ کے اختتام پر پرمیشور کے دھیان میں سجدہ کے لئے سر جھکایا، ادھر کمبخت جلال الدین جلّاد نامراد نے اپنی خونریز تلوار سے ان کے سر کو تن سے جُدا کیا۔"

Digitized by Khilafat Library

جیساکہ مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے، گورو صاحب کی قربانی ہندو دھرم کی حفاظت اور رکھشا کیلئے ظاہر کی گئی ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ ہم اس واقعہ کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کرنے سے قبل ایک ہندو مبصر کی تنقید ہدیۂ ناظرین کریں، جس میں بعض نہایت قابلِ غور امورِ تنقیح بیان کئے گئے ہیں۔ لاہور کے مشہور آریہ سماجی مہاشہ سنت رام صاحب سابق ایڈیٹر دھرم بیر گورو صاحب کے قتل کی یہ روایت نقل کرکے لکھتے ہیں:۔

"اس روایت کے پڑھنے سے ہر ایسے شخص کے دل میں جو اندھا دشواس نہیں، بلکہ دل و دماغ رکھتا ہے، کئی ایک

---

[1] اسی گیانی گیان سنگھ نے اپنی کتاب پنتھ پرکاش صفحہ ۱۷۰، ۱۱ بسرام ۲۰ چھاپہ پتھر میں اس لالچ کی تفصیل یہ بیان کی ہے کہ حضرت اورنگ زیب عالمگیر نے گورو صاحب کو اسلام قبول کرنیکی ترغیب دیتے ہوئے کہا، کہ اگر تم مسلمان ہوجاؤ، تو میں اپنی لڑکی کی شادی تم سے کردُونگا، اور تمکو بہت بڑی جاگیر دونگا۔ افسوس کہ سکھ مؤرخین نے جہاں بھی کسی سکھ بزرگ کے قتل کا قصّہ لکھا ہے وہاں اس بات کا عموماً ذکر کیا ہے، کہ اسے اسلام قبول کرنے پر مسلمانوں نے اپنی لڑکیو نکا لالچ دیا، جو نہایت ہی پست ذہنیت کا مظاہرہ ہے۔

سوالات پیدا ہوتے ہیں، اور اس کو تواریخ ہند کے پریشان اوراق سے انکے جوابات تلاش کرنیکی ضرورت درپیش آگئی

(۱) کیا اورنگ زیب نے کوئی ایسا حکم دیا، کہ تمام ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا جائے؟ اگر اور کسی جگہ کے لئے نہیں، تو کیا کشمیر کیلئے کوئی اس کا پروانہ جاری ہوا؟

(۲) کیا گورو تیغ بہادر صاحب کی ایسی شخصیت تھی جو کشمیر کے پنڈتوں کو امداد حاصل کرنیکے لئے پنجاب کھینچ لائی؟

(۳) کیا گورو تیغ بہادر صاحب ان کی کچھ مدد کر سکتے تھے؟

(۴) کیا گورو تیغ بہادر جی کا چند آدمیوں کو ساتھ لیکر ہندوستان کے دارالسلطنت میں حاضر ہونا اور بادشاہ سے سخت سست سوال وجواب کرنا ہندو قوم کو بچا سکتا تھا؟

(۵) کیا ان کی قربانی سے ہندو قوم کو کوئی فائدہ پہنچا یا پہونچ سکتا تھا؟

جوابات:۔(۱) تمام ہندوستان کی تواریخ کی پڑتال کریں، اورنگ زیب کے اوّل سے آخر تک حالات پڑھیں، اور اسکے عہد کے واقعات کا بغور مطالعہ کریں، کہیں نظر نہیں آئیگا، کہ اورنگ زیب نے کوئی اس قسم کا حکم دیا ہو، نہ مسلمان مؤرخین نے اسکا ذکر کیا ہے، اور نہ یورپین سیاحوں نے کہیں لکھا ہے، حتّٰی کہ سٹوریا ڈو موگر کے آزاد مصنف مسٹر نکولاس منوچی، جو شاہجہان سے لیکر شاہ عالم کے زمانہ تک مغلیہ دربار میں رہا، اور جس نے اورنگ زیب کی ہر ایک حرکت اور چھوٹے سے چھوٹے ظلم کو بھی قلمبند کرنے سے نہ چھوڑا، اسکی کتاب میں بھی اس واقعہ کا نام و نشان نظر نہیں آتا۔ اورنگ زیب پنجاب، بنگال، یوپی، اور دکن کے باشندوں کو جبراً مسلمان ہونے کیلئے نہیں کہتا، لیکن تعجب کا مقام ہے، کہ وہ کشمیر کے پہاڑوں میں اس قسم کا جابرانہ حکم جاری کرتا ہے، اور پھر اس صورت میں جبکہ آئندہ درپیش ہونے والے واقعات بتلاتے ہیں، کہ اورنگ زیب اور پہاڑی راجاؤں کے تعلقات نہایت اعلےٰ تھے، اور وہ ان راجاؤں کو ہمیشہ مدد دیا کرتا تھا، جیسا کہ ہم دوسرے نمبر میں بیان کر چکے ہیں، اور رنگ زیب اگر ہندوؤں کو جبراً مسلمان کرنا چاہتا تھا، تو سب سے پہلے اس کو ضروری تھا، کہ وہ اپنے دربار کے ارکین راجہ جے سنگھ اور مہاراجہ جسونت سنگھ وغیرہ اور ہزاروں ان راجپوتوں کو جو اس کی فوج میں ملازم تھے، مسلمان کرتا، لیکن واقعات بتلاتے ہیں، کہ ایسا نہیں ہوا، ...... پس سکھوں کا یہ کہنا کہ اورنگ زیب نے کشمیر کے پنڈتوں کو جبراً مسلمان بنانے کیلئے کوئی حکم جاری کیا تھا، بالکل غلط ہے۔

(۲) گورو تیغ بہادر صاحب کی شخصیت کا کشمیر کے باشندوں پر کچھ اثر نہیں تھا، اور نہ ہی پیری مریدی کا رشتہ ان کے ساتھ قائم ہوا تھا، بلکہ اس وقت بھی کشمیری ہندو سکھ گوروؤں کے معتقد شاذ و نادر ہی پائے جاتے ہیں، پھر کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے، کہ ان میں سے وہ لوگ جو اپنی قوم کا لیڈنگ دماغ کہے جا سکتے ہیں، گورو تیغ بہادر صاحب کے درِ دولت پر حاضر ہوئے، اور مدد کے لئے پکار کی۔

(۳) جب گورو تیغ بہادر صاحب کے پاس اس قدر جمعیت بھی نہ تھی، کہ وہ ایک شہنشاہ ہندوستان کا مقابلہ کر سکیں، تو وہ انکی مدد کیا کر سکتے تھے، بلکہ ایسی حالت میں آمادۂ جنگ ہونا سوائے نقصان کے اور کچھ معنے نہیں رکھتا۔

(۴) تن تنہا یا چند آدمیوں کو ساتھ لیکر ہندوستان کے سب سے بڑے بادشاہ کے دربار میں اس غرض سے جانا کہ وہ ہندوؤں کو مسلمان کرنے سے باز رہے، اور وہاں سخت لہجہ میں سوال وجواب کرنا ہمارے خیال میں قوم کی سیوا نہیں، بلکہ اپنی جان پر آفت لانا ہے، اور خواہ مخواہ اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا ہے، اس طریق سے ہندو قوم بچ نہیں سکتی تھی، بلکہ اس پر زیادہ سختی ہونے کا امکان ہو سکتا تھا۔[لہ]

آئندہ قسط میں انشاء اللہ سکھ تاریخ کے معتبر حوالجات سے یہ دکھایا جائیگا، کہ سری گورو تیغ بہادر صاحب کو کسی مسلمان نے قتل نہیں کیا تھا، بلکہ انکے حکم سے آپکے ایک سکھ مریدنے تلوار سے آپ کو قتل کیا تھا۔

Digitized by Khilafat Library

وصیتیں

نمبر ۵۵۱۳ :۔ منکہ بشیر بیگم زوجہ ڈاکٹر محمد عطاء اللہ صاحب عمر ۳۳ سال قوم رینتھر تاریخ بیعت ۱۹۱۷ء ساکن آدورا حال قادیان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۹ ۱۲/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد درج ذیل ہے:۔ چوڑیاں طلائی قیمتی -/۴۰۰ روپیہ۔ کڑے طلائی قیمتی سوا سو روپیہ گلوبند طلائی قیمتی یکصد پچاس روپیہ۔ کلپ قیمتی بیس روپے کل قیمت -/۶۹۵ روپے اور ایک مکان واقعہ محلہ دار العلوم قیمتی -/۲۵۰۰۔ اور مہر مبلغ -/۵۰۰ بذمہ خاوند ہے۔ یعنی کل -/۳۶۹۵ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں علاوہ ازیں میرے مرنیکے بعد جو جائداد بھی میری ثابت ہو، اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔

الامۃ :۔ بشیر بیگم۔ گواہ شد :۔ محمد عطاء اللہ خاوند موصیہ۔ گواہ شد :۔ اکبر علی بقلم خود۔

نمبر ۵۵۱۴ :۔ قریشی محمد حسین ولد محمد نواز صاحب قوم قریشی پیشہ مشین مین عمر ۵۶ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۳ء ساکن سنور ڈاکخانہ خاص ریاست پٹیالہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۵ ۱۲/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے، ایک مکان پختہ واقعہ قصبہ سنور قیمتی تین صد روپیہ اور دو انجن موضع کرنال ریاست پٹیالہ اس وقت لگے ہوئے ہیں جنکی قیمت اندازاً سات سو روپیہ ہے، یہ کل جائیداد

لہ ہندو جاتی اور سکھ گورو ص۹ وص۱۰ وص۱۱ مصنفہ مہاشہ سنت رام آشفتہ ایڈیٹر دھرم بیر لاہور

ایک ہزار روپیہ کی ہے۔ اسمیں سے دوصد روپیہ اپنی اہلیہ کو دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ باقی مبلغ -/۸۰۰ روپیہ کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز میں اپنی آمد کا بھی دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ جو اسوقت اندازاً پندرہ روپے ماہوار ہے۔ میرے مرنے پر اگر کوئی جائیداد اسکے سوا ثابت ہو، تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہو گی۔ العبد:۔ قریشی محمد حسین بقلم خود۔ گواہ شد:۔ بشیر احمد ولد محمد حسین گواہ شد:۔ مہدی حسن خاں ذیلدار سنور امیر جماعت احمدیہ۔ گواہ شد:۔ علی احمد مہاجر۔

نمبر ۵۵۲۲ مر:۔ منکہ سیّد محمد شاہ ولد سید رمضان شاہ قوم سید گورنمنٹ پنشنر عمر قریباً ساٹھ سال تاریخ بیعت ۱۸۹۶ء ساکن شاہ مسکین ڈاکخانہ فیض پور کلاں ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت جائیداد اراضی قریباً بارہ گھماؤں ہے، جس کی قیمت موجودہ شرح کے مطابق قریباً ایک ہزار روپیہ ہے اور مبلغ -/۳/۴۱ ماہوار گورنمنٹ کی طرف سے پنشن ملتی ہے جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر اسکے علاوہ میری موت کے بعد کوئی اور جائداد ثابت ہو، تو ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ العبد:۔ سید محمد شاہ گواہ شد:۔ سید ولایت شاہ احمدی امیر جماعت احمدیہ۔ گواہ شد:۔ محمد یعقوب ڈرائنگ ماسٹر ٹی۔ آئی۔ ہائی سکول قادیان۔

Digitized by Khilafat Library

نمبر ۵۵۱۵ مر:۔ منکہ شریفن زوجہ قریشی محمد حسین قوم قریشی عمر ۴۵ سال تاریخ بیعت سمت ۱۹۵۳ بکرمی ساکن سنور ریاست پٹیالہ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۲/۹/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ مجھے اپنے خاوند کی طرف سے دوصد روپیہ عطیہ ملنے کا وعدہ ہے میں اسکے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میرے خاوند کی طرف سے جو مجھے مہر مل چکا ہے۔ اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر دونگی۔ میرا کوئی زیور نہیں۔ میں اپنے ۳۲/۶ اور دوصد عطیہ کل -/۶/۲۳۲ کا ۱/۱۰ حصہ اپنی زندگی میں داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں گی۔ اگر میری وفات پر اسکے علاوہ کوئی جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ العبد:۔ شریفن موصیہ نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ محمد حسین خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔ سیّد علی احمد مہاجر قادیان۔

نمبر ۵۵۱۶ مر:۔ منکہ کلثوم بیگم بنت عبداللہ خاں صاحب قوم ککے زئی عمر ۲۴ سال پیدائشی احمدی ساکن ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱/۱۰ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری جائیداد اسوقت بیس تولے سونا ہے۔ میں اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں میری کوئی آمدنی نہیں۔ اگر کسی وقت آمد ہوئی۔ تو اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن قادیان کرتی رہونگی میری وفات کے وقت اگر کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہو گی۔ الامتہ:۔ کلثوم بیگم موصیہ

بقلم خود و نشان انگوٹھا۔ گواہ شد۔ عبدالقادر خاں لائلپوری مہاجر۔ گواہ شد۔ عبداللہ خاں والد موصیہ۔

نمبر ۵۵۱۹۔ منکہ کریم خاتون زوجہ محمد امین صاحب قوم ارائیں عمر ۵۴ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۵ء ساکن شیخ واہ ڈاکخانہ دنیا پور ضلع ملتان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۰-۱۲-۳۹ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد اسوقت حسب ذیل ہے۔ کنگن نقرہ یک جوڑہ عہ ہنس عسہ روپیہ طلائی عہ بالیاں نقرہ للعہ مہر ۵۰/- کل یکصد روپیہ۔ مَیں اس جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں اگر میری وفات پر اسکے علاوہ کوئی اور جائداد ثابت ہو، تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبدہ۔ کریم خاتون نشان انگوٹھا۔ گواہ شد۔ محمد امین خاوند موصیہ۔ گواہ شد۔ اللہ بخش بقلم خود۔ شیخواہ۔

نمبر ۵۵۱۸۔ منکہ سید بابر علی اکبر مولوی فاضل ولد سید حیدر شاہ صاحب قوم سیّد پیشہ ملازمت عمر ۲۴ سال تاریخ بیعت ۱۱ مئی ۱۹۳۱ء ساکن سیان ڈاکخانہ ستراہ ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴-۱-۴۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی غیر منقولہ جائداد نہیں ہے۔ کیونکہ میرے والد صاحب بفضل خدا زندہ موجود ہیں۔ اس وقت میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے، جو مبلغ بیس روپے ماہوار ہے، لہٰذا مَیں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں جو انشاء اللہ ماہ بماہ ادا کرتا رہونگا۔ نیز اگر بوقت وفات میری کوئی اور جائداد ثابت ہو جائے۔ تو بھی اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میری یہ ملازمت فی الحال عارضی ہے۔ اس لئے آمدنی کی کمی و بیشی کی صورت میں دفتر بہشتی مقبرہ کو اطلاع دیتا رہونگا۔ العبد۔ سید بابر علی اکبر مولوی فاضل قائم مقام انچارج دینیات سکول گھٹیالیاں۔ گواہ شد: عبدالحق بقلم خود محلہ دار الفضل۔ گواہ شد۔ جلال الدین کارکن محکمہ قضاء۔

نمبر ۵۴۷۷۔ منکہ منیر احمد ولد ڈاکٹر فتح دین صاحب احمدی قوم قریشی پیشہ زمیندارہ عمر ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن جانگپور ڈاکخانہ خاص ضلع لدھیانہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۸-۹-۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ اس وقت میرے پاس سو روپیہ نقد ہے۔ جس کا ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ کو ادا کرتا ہوں۔ اور مَیں اپنے جیب خرچ میں سے جو کہ مجھے دس روپے ماہوار ملتا ہے اسکا ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ماہوار ادا کرتا رہونگا۔ اگر میرے مرنے کے بعد کوئی جائداد ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد۔ منیر احمد خلف ڈاکٹر فتح دین احمدی حال ٹوپی۔ گواہ شد۔ فتح دین احمدی اسسٹنٹ سرجن ٹوپی۔ گواہ شد۔ صوبہ سیکرٹری وصایا جماعت احمدیہ ٹوپی۔

نمبر ۵۴۹۹۔ منکہ غلام سرور ولد مولا بخش قوم اُدان پیشہ ملازمت عمر تئیس سال پیدائشی احمدی ساکن بھیرہ ضلع سرگودھا بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۰-۱۱-۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری

اسوقت کوئی جائداد نہیں۔ اس وقت میرا گذارہ ماہوار سرکاری تنخواہ پر ہے جو کہ مبلغ -/۹۴ روپے ہے۔ میں اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ ہر ماہ خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کرتا رہونگا۔ میرے مرنیکے وقت میری جسقدر جائیداد ثابت ہو، اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ غلام سرور بی۔ ایم۔ آر۔ این۔ ڈبلیو۔ آر۔ کوئٹہ۔ گواہ شد:۔ محمد صدیق برادر موصی۔ گواہ شد:۔ عثمان غنی برادر موصی۔

نمبر ۵۴۹۸ :۔ منکہ چوہدری غلام محمد ولد چوہدری امام دین صاحب قوم راجپوت پیشہ زمینداره عمر تخمیناً ۵۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۷ء ساکن کڑیال ڈاکخانہ خاص تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴-۱۱-۳۹ بروز جمعہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت جائداد تخمیناً ۱۴ بیگھہ اراضی ہے، جس کی اس وقت بازاری قیمت تخمیناً -/۱۲۰۰ روپے بنتی ہے اس کے دسویں حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ جس کی رقم -/۱۲۰ روپے بنتے ہیں۔ جو میں نقدی کی صورت میں اپنی زندگی میں داخل خزانہ بیت المال کرنے کی کوشش کرونگا۔ اگر کچھ رقم رہ جائے تو میرے ورثاء داخل کر دینگے۔ علاوہ ازیں اس زمین کی آمدن یا دیگر کسی اور آمدن پر بھی دسواں حصہ ادا کرتا رہونگا۔ العبد:۔ غلام محمد موصی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ نذر حسین انسپکٹر بیت المال بقلم خود۔ گواہ شد:۔ حسن محمد احمدی بقلم خود از شاہ پور تحصیل اجنالہ ضلع امرت سر۔

نمبر ۵۴۹۹ :۔ منکہ ڈاکٹر اقبال علی غنی ولد مولوی عبد الغنی قوم شیخ پیشہ ملازمت سرکاری عمر تقریباً ۴۳ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۱ء ساکن قادیان حال بریلی انچارج مینٹل ہاسپٹل بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۹-۱۱-۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی منقولہ و غیر منقولہ جائداد نہیں ہے۔ اس وقت مجھکو مبلغ دو سو تیس روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔ جسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان دار الامان کرتا ہوں۔ جو کہ میں انشاء اللہ تا زیست ماہ بماہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کرتا رہونگا۔ میرے بعد اگر میری کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔ العبد:۔ اقبال علی غنی۔ بحروف انگریزی گواہ شد:۔ ذو الفقار علی غنی بقلم خود پسر موصی۔ گواہ شد:۔ محمد یونس بقلم خود محمد شاہدانہ بریلی سیکرٹری مال انجمن احمدیہ بریلی

نمبر ۵۴۹۷ :۔ منکہ عنایت اللہ ولد میاں محمد عبد اللہ صاحب قوم ارائیں پیشہ تجارت عمر قریباً ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان دار الامان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۹-۱۱-۲۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے:۔ ایک قطعہ اراضی ایک کنال جس کی قیمت اس وقت مبلغ چار صد روپیہ ہے۔ اور ایک دوکان جس کا سرمایہ بھی مبلغ چار صد روپیہ ہے۔ میں اپنی کل جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور مجھکو اس وقت قریباً مبلغ دس روپے مہینہ کی آمدنی ہے۔ میں اس آمدنی کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن

احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنیکے بعد اگر میری کوئی جائداد ثابت ہو۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ عنایت اللہ لائلپوری دوکاندار محلہ دارالفتوح۔ گواہ شد:۔ سید غلام محمد شاہ دوکاندار۔ دارالفتوح۔ گواہ شد:۔ عبدالعظیم احمدی جلد ساز دارالفتوح۔

نمبر ۵۵۰۴:۔ منکہ ایم عبدالرحمٰن ولد میاں محمد بخش صاحب مرحوم قوم سیسل پیشہ دوکانداری عمر قریبًا ۳۲ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۵ء ساکن ڈیرہ غازیخاں بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۶/۱۲/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد حسب ذیل ہے۔ ایک مکان جس میں ہم چار بھائی شریک ہیں۔ جس کی قیمت ۱۵۰۰/- روپے ہے۔ میری دوکان پرچون جس کا سرمایہ ۸۰۰/- ہے اس میں ہم چار بھائی شریک ہیں، اور اس پر ہی ہمارا گذارہ ہے۔ اس کی ماہوار آمدن قریبًا ۲۰/- روپے ماہوار ہوتی ہے۔ میں اپنی آمدنی کا حصہ ماہ بماہ تاحیات داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کراتا رہونگا۔ میری وفات کے وقت اگر اسکے علاوہ کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میں اپنی آمدنی وجائداد کے دسویں حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں (نوٹ) مکان مذکورہ واقعہ بلاک ۸ ڈیرہ غازیخاں ہے۔ مکان مذکورہ کا حصہ مبلغ ۳۷/۸/- روپے میں اپنی زندگی میں ادا کردونگا۔ اسکے علاوہ اگر کوئی جائداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ ایم عبدالرحمٰن بقلم خود۔ گواہ شد:۔ ملک عزیز محمد پلیڈر۔ گواہ شد:۔ حاجی حسن خاں۔

نمبر ۵۵۰۵:۔ منکہ محمد عبدالجلیل حکیم ولد حکیم شیخ احمد صاحب قوم اعوان پیشہ طبابت عمر ۶۵ سال بیعت ۱۸۹۸ء ساکن بھیرہ ضلع شاہپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲/۱۲/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے۔ ایک مکان پختہ واقعہ محلہ شیخاں بھیرہ ضلع شاہپور جو چار مرلہ میں ہے گو اس وقت شکستہ حالت میں ہے۔ جس کی قیمت اندازاً چھ صد روپیہ ہے (۲) نصف حصہ حویلی واقعہ منڈی چوپڑیاں بھیرہ ضلع شاہپور جس کے کل حصہ کی قیمت ایک ہزار روپیہ ہے نصف قیمت پانصد روپیہ۔ کل قیمت گیارہ سو روپیہ۔ لیکن میرا گذارہ جائداد پر نہیں۔ میں اپنے چھوٹے بچوں کو ان کے کام دوکان عطاری پر امداد کرتا ہوں۔ اور اس طرح میری آمد قریبًا دس روپے ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو، اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں کردوں تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جاویگا۔ العبد:۔ محمد عبدالجلیل حکیم بقلم خود قلعہ شیخوپورہ۔ گواہ شد:۔ ایم مرغوب اللہ انجینیئر پی۔ ڈبلیو۔ ڈی صوبہ سرحد۔ ظفر الحق بقلم خود محکمہ زراعت سرائے نورنگ۔

نمبر ۵۵۱۲ :- منکہ برکت علی ولد چوہدری گلاب خاں صاحب قوم راجپوت بھٹی پیشہ زمینداری عمر ۲۸ سال تاریخ بیعت ماہ اپریل ۱۹۲۴ء ساکن چک ۱۶۶/مراد ڈاکخانہ چشتیاں ضلع بہاول نگر ریاست بہاولپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۷/نومبر ۱۹۳۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے :-

۱- جدی جائداد ملکیت سات گھماؤں اراضی قسم بارانی وچاہی قیمتی اندازاً سات صد روپیہ رقبہ واقعہ مواضعات بکھو بھٹی و دریا پور تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ جس کے پانچویں حصہ کا میں مالک ہوں۔

۲- اندازاً دس گھماؤں اراضی قسم بارانی وچاہی رقبہ مواضعات بکھو بھٹی و دریا پور تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ جو بالعوض اندازاً مبلغ پندرہ صد روپیہ ہمارے پاس رہن ہے، جس کے پانچویں حصہ کا میں مالک ہوں۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔

۳- لیکن میرا گذارہ اس جائداد پر نہیں۔ بلکہ دو عدد مستطیل اراضی قسم نہری رقبہ واقعہ چک ۱۶۶/مراد تحصیل چشتیاں ضلع بہاول نگر ریاست بہاولپور کی آمدنی پر ہے۔ یہ دو عدد مستطیل بصیغہ آباد کاری گورنمنٹ بہاولپور کی طرف سے میرے نام تقسیم ہے۔ جس کے حقوق ملکیت ابھی تک مجھے حاصل نہیں۔ کیونکہ قیمت بالاقساط ادا ہو رہی ہے۔ میری اس سالانہ آمدنی کا اندازہ مبلغ تین صد روپیہ ہے۔ میں اپنی اس آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ تازیست فصل ربیع اور خریف پر باقاعدہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان کرتا رہوں گا۔ وباللہ التوفیق۔

Digitized by Khilafat Library

اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان وصیت کرتا ہوں، کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان کروں یا کوئی جائداد حوالہ صدر انجمن احمدیہ دارالامان کروں تو اس قدر حصہ ادا شدہ منقور ہو گا۔ لہذا یہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان تحریر کر دی ہے کہ سند رہے۔

العبد :- برکت علی احمدی۔ نشان انگوٹھا۔ گواہ شد :- چوہدری لعب دین صاحب نمبردار چک ۱۶۶/مراد

گواہ شد :- فیض احمد انسپکٹر بیت المال ؛

حضرت میرزا بشیر احمد صاحب کی تازہ تصنیف

یعنی

کتاب سیرۃ المہدی حصہ سوم جس کی مدت سے انتظار تھی شائع ہو گئی ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور حضور کی زندگی کے واقعات معتبر راویوں کی زبان سے بیان کئے گئے ہیں۔ بعض نہایت پیچیدہ مسائل کا عمدگی سے حل کیا گیا ہے۔ ہر احمدی کے پاس اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عملی نمونہ سے جو اس میں بیان کیا گیا ہے، ایمان تازہ ہوتا ہے، غیر از جماعت اصحاب کو دینے کے لئے نہایت اچھا تبلیغی تحفہ ہے۔ یہ کتاب رسالہ ریویو کے سائز پر ۳۱۲ صفحوں کی ہے۔ کاغذ عمدہ، لکھائی چھپائی اعلیٰ۔ قیمت باوجود گرانی کے فی نسخہ مجلد کی صرف ایک روپیہ ::

Digitized by Khilafat Library

پیشوایانِ مذاہب نمبر

رسالہ ریویو اُردو کے پیشوایانِ مذاہب نمبر کے کچھ نسخے برائے فروخت موجود ہیں جس میں مہاتما بدھ، کنفیوشس، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت کرشنؑ اور حضرت باوا نانک رح کی زندگیوں اور تعلیمات پر نہایت محققانہ روشنی ڈالی گئی ہے اس رسالہ کو تمام حلقوں میں نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے پانچ آنے کے ٹکٹ بھیجکر طلب فرمائیں۔

خلافت جوبلی نمبر

رسالہ ریویو اُردو کے خلافت جوبلی نمبر میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی زندگی اور آپ کے پچیس سالہ عہد خلافت میں جماعت احمدیہ کی ترقی پر نہایت عالمانہ اور تحقیقی مضامین ہیں۔

چار آنے کے ٹکٹ بھیجکر طلب فرمائیں۔

ملنے کا پتہ: مینیجر رسالہ ریویو۔ اُردو۔ قادیان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

تفسیر سروری

Digitized by Khilafat Library

یعنی

جماعت احمدیہ کے مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کی وہ تفسیر القرآن جو رسالہ ریویو اُردو میں چھپتی رہی ہے۔ اسکی چند گنتی کی جلدیں برائے فروخت دفتر میں موجود ہیں۔ یہ تفسیر شروع سے آٹھویں پارے تک کی ہے مگر درحقیقت اس میں سارے قرآن مجید کے مشکل مقامات حل کئے گئے ہیں۔ یہ نہایت عام فہم تفسیر ہے۔ اسکے پڑھنے سے حسب استعداد تفسیر القرآن کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ رسالہ ریویو کے سائز پر اسکے کل دو ہزار صفحے ہیں۔ پہلے اس کی قیمت پندرہ روپے تھی۔ مگر اب بعض فوری ضروریات کی وجہ سے اس کی رعایتی قیمت صرف چھ روپے رکھی گئی ہے۔ آج ہی قیمت بذریعہ منی آرڈر بنام مینیجر رسالہ ریویو (اُردو) ارسال فرما کر اپنے لئے ایک جلد محفوظ کرالیں۔ بعد میں یہ بے بہا خزانہ کسی قیمت پر بھی نہ مل سکیگا۔

ملنے کا پتہ

مینیجر رسالہ ریویو۔ اُردو۔ قادیان

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپ کر دفتر ریویو قادیان سے مالکان کے لئے شائع کیا)